مفتی راشد حسین ندوی

سوال و جواب

سوال: میرا ایک گھر زائد ہے، جس کو کرایہ پر اٹھا رکھا ہے، اسکی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائیگی؟

جواب: مکان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، خواہ اس کو کرایہ پر ہی کیوں نہ اٹھا رکھا ہو، البتہ اس کا جو کرایہ ملتا ہے اس پر سال گذر جائے، اور وہ خود یا دوسرے مال سے مل کر نصاب تک پہونچتا ہو تو اس کرایہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(طحاوی علی الدر، ۱/۳۹۲)

سوال: نماز میں قیام کی حالت میں کسی ایک پیر پر پورا وزن دیکر دوسرے کو ڈھیلا کرلینا کیسا ہے؟

جواب: نماز میں کبھی ایک پیر پر وزن دیکر اور کبھی دوسرے پیر پر وزن دیکر کھڑا رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، درست ہے، البتہ ایک پیر پر پورا وزن دیکر بالکل ڈھیلا چھوڑ دینا (یہاں تک کہ وہ ٹیڑھا ہوجائے) مکروہ ہے۔

(ہندیہ ۱/۱۰۸، شامی ۱/۳۲۸)

سوال: اجازت نکاح کے وقت لڑکی کا صراحت سے قبول کرنا ضروری ہے، یا سکوت کافی ہے؟

جواب: لڑکی اگر ثیبہ ہے تو قولی صراحت کے ساتھ اس کی اجازت ضروری ہے، اور اگر باکرہ (کنواری) ہے تو اس کی اجازت لینے والا اگر ولی اقرب یا اس کا بھیجا ہوا کوئی شخص ہے تو قولاً اجازت شرط نہیں ہے، سکوت بھی کافی ہے، اجازت لینے والا کوئی اور ہے تو اس سے بھی قولی صراحت ضروری ہے۔

(شامی ۲/۳۲۴، ۳۲۷)

سوال: زید نے اسپتال میں آپریشن کرایا ہے، اور ابھی زخم اچھا نہ ہونے کے سبب وہیں ایڈمٹ ہے، وہ اس حالت میں اشارہ سے نماز پڑھنا چاہتا ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس کے بیڈ کا رخ کچھ اس طرح ہے کہ قبلہ کا رخ کرنے میں دشواری ہے، ایسی صورت میں وہ کیا کرے؟

جواب: اگر قبلہ رخ کروانے کے لئے کوئی موجود نہیں ہے، یا ہے تو لیکن قبلہ رخ کرنے میں اس (مریض) کے ضرر کا اندیشہ ہے تو اس حالت میں جس طرف رخ کرکے نماز پڑھنے پر قادر ہو اسی طرف رخ کرکے پڑھ لینے کی گنجائش ہے۔ (ہندیہ ۱/۶۳) لیکن بعد میں ان تمام نمازوں کی قضا کرنی ہوگی۔

(احسن الفتاویٰ ۴/۵۲)

سوال: بعض نمازی نماز کے وقت مقررہ سے ایک ہی دو منٹ پہلے مسجد پہونچنے کی صورت میں بجائے تحیۃ المسجد پڑھنے یا بیٹھ جانے کے جماعت کھڑی ہونے کا انتظار کھڑے کھڑے کرتے رہتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ان حضرات کو چاہئے کہ یا تو اگر وقت ہو تو تحیۃ المسجد وغیرہ میں مشغول ہوجائیں، یا بیٹھ کر اقامت کا انتظار کریں، اقامت سے پہلے ہی جماعت کے انتظار میں کھڑے رہنا مکروہ ہے۔ (ہندیہ ۱/۵۷)

سوال: ہاتھ میں ایک زخم ہوگیا تھا جس پر ڈاکٹر نے پٹی باندھ دی ہے وضوء کرتے وقت اس کو کھولنے میں دشواری تھی اس لئے اہل علم سے مشورہ کرنے کے بعد اب اس پر مسح کرلیتا ہوں، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر وضوء اور مسح کرنے کے بعد نماز پڑھنے سے پہلے پٹی بدلوانی پڑے تو کیا پھر سے وضوء کرنا ہوگا؟

جواب: صورت مسئلہ میں وضوء کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ پٹی پر مسح کا اعادہ کرلے۔

(ہندیہ ۱/۳۵)

●●

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات - کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مورخ، داعی اور رہنما کی سرگزشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات۔ احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات وحوادث اور تحریکات وشخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ وسبق آموز آپ بیتی اور ایک مورخانہ وحقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودھویں صدی ہجری، بیسوی صدی عیسوی کی تاریخ وسرگزشت کا ایک اہم باب محفوظ ہوگیا ہے۔

● ایک تاریخی دستاویز ● ادبی مرقع ● دعوت فکر وعمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت وطباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول اُردو ایڈیشن	100/-
قیمت حصہ دوم اُردو ایڈیشن	80/-
قیمت حصہ سوم اُردو ایڈیشن	80/-
قیمت حصہ چہارم اُردو ایڈیشن	90/-
قیمت حصہ پنجم اُردو ایڈیشن	80/-
قیمت حصہ ششم اُردو ایڈیشن	90/-
قیمت حصہ ہفتم اُردو ایڈیشن	80/-
کاروانِ زندگی مکمل سیٹ	600/-

کاروانِ ایمان وعزیمت

قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہید قدس سرہ کی تحریک اصلاح وجہاد سے تعلق رکھنے والے اصحابِ علم وفضل وعزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت وعزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

خوبصورت کتابت وطباعت۔ قیمت -/35

حج کے چند مشاہدات

از۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

اس کتاب میں مولانا مدظلہ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات ومشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا موثر اظہار ہے۔

قیمت -/6

خواتین اور دین کی خدمت

خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی وسماجی فرائض کیا ہیں وہ کس طرح دین کی خدمت کرسکتی ہیں۔ آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کی وہ تربیتی خطوط ہیں جو انہوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔ قیمت -/25

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، اندازِ تربیت، توازن وجامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص ومحبت، فیض وتاثرات اور معرفت وسلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد -/75

ذکر خیر حضرت مولاناؒ کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت -/15

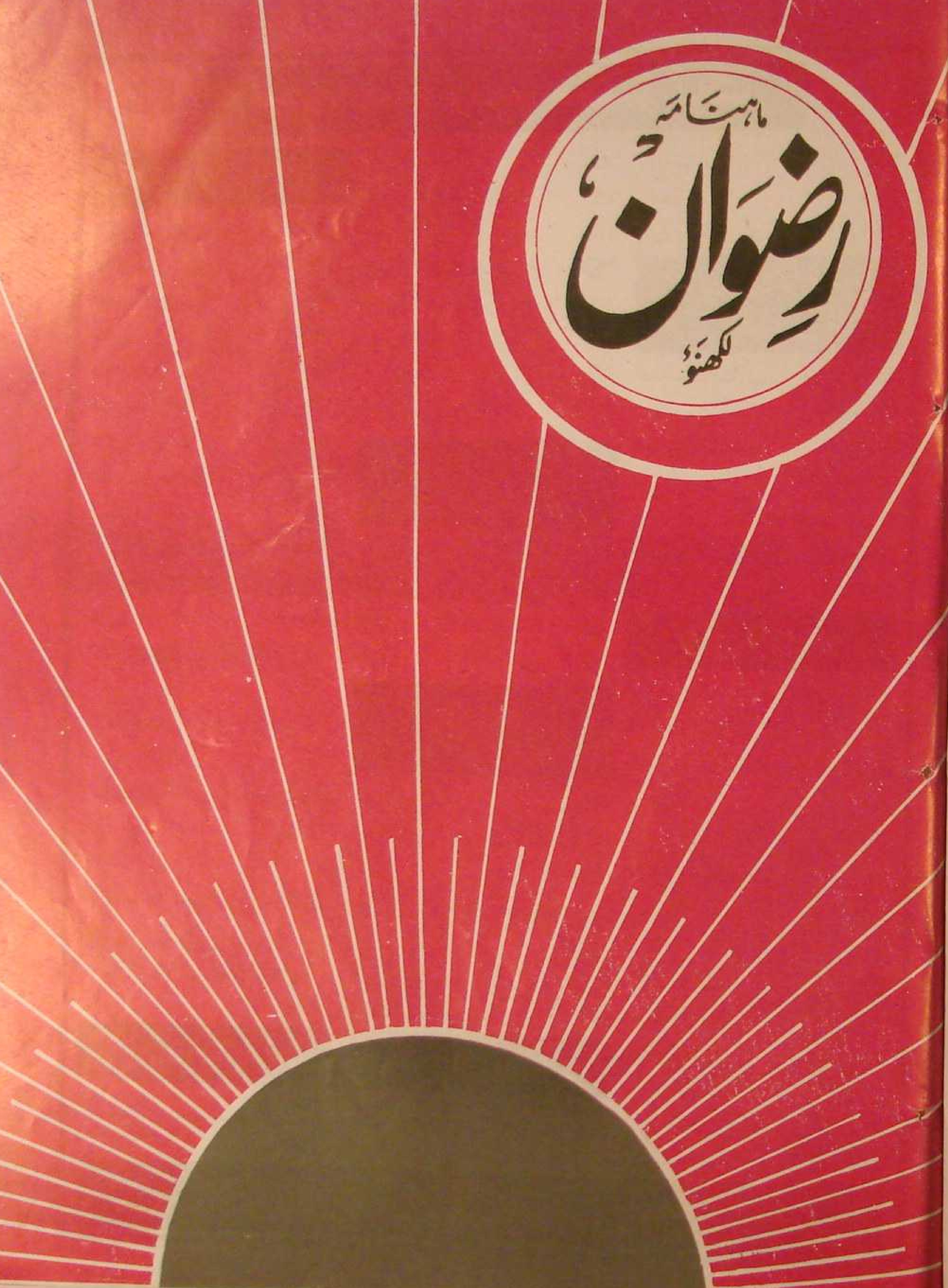

LW/NP – 184 **RIZWAN** R.N. 2416 /57
172/54 Mohammad Ali Lane Gwynne Road Lucknow-226 018.
Ph. 270406

بچوں کی

قصص الانبیاء

از: امۃ اللہ تسنیم

چار حصوں پر مشتمل اس کتاب میں بچوں کی آسان زبان میں نبیوں کے حالات لکھے گئے ہیں، صرف قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں، اس کتاب کے بارے میں مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریا آبادی فرماتے ہیں:-

"ان سے چھوٹے بھائی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "قصص النبیین للاطفال" اب نہ کسی تعریف کی محتاج ہے نہ تعارف کی، سلیس و شستہ عربی میں پیغمبروں کے سچے سبق آموز پرُ ہدایت حالات لڑکوں اور بوڑھوں سب کے پڑھنے کے قابل، ان بہن صاحبہ نے یہ کیا کہ انھیں مطالب کو عربی سے اردو میں منتقل کر دیا ہے، کتاب ترجمہ نہیں ترجمہ سے کچھ بڑھ کر ہے زبان کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، جو لڑکے لڑکیاں اس کو پڑھیں گے وہ ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سیکھتے جائیں گے"

حصہ اول
حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود، حضرت صالح۔ قیمت۔
حصہ دوم: حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام قیمت۔
حصہ سوم: حضرت موسیٰ علیہ السلام ——— قیمت
حصہ چہارم حضرت ایوب علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام
حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ——— قیمت

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ
لکھنؤ (یوپی) ۲۲۶۰۱۸

کچھ اہم و مفید مطبوعات

از حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

کاروان زندگی حصہ اول	100/-
کاروان زندگی حصہ دوم	80/-
کاروان زندگی حصہ سوم	80/-
کاروان زندگی حصہ چہارم	90/-
کاروان زندگی حصہ پنجم	80/-
کاروان زندگی حصہ ششم	90/-
کاروان زندگی حصہ ہفتم	80/-
مطالعۂ قرآن کے اصول و مبادی (نیا ایڈیشن)	45/-
حج کے چند مشاہدات	6/-
خواتین اور دین کی خدمت	25/-
کاروان ایمان و عزیمت	35/-
دعائیں	8/-
سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ	75/-
سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ	زیر طبع
نبی رحمت جدید ایڈیشن	150/-
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدوں میں)	200/-
تاریخ دعوت و عزیمت (پانچ جلدوں میں)	355/-
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر	70/-
باب کرم	10/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول	15/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم	15/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم	15/-
بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم	12/-
ہمارے حضورؐ	17
محمد رسول اللہ ہندی	زیر طبع
موج تسنیم اردو	زیر طبع

محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

زاد سفر حصہ اول	75/-
زاد سفر حصہ دوم	75/-

از۔ مخدومہ خیر النساء بہترؒ

حسن معاشرت	15/-
کلید باب رحمت	6/-
ذائقہ	15/-
ذکر خیر	15/-

حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ کی تصنیفات

لبیک اللہم لبیک	30/-
سوانح حیات حضرت مولانا خلیل سہارنپوری	50/-
سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی	150/-
زبان کی نیکیاں	15/-
گلدستہ حمد و سلام	6/-

از مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

دو مہینے امریکہ میں	90/-
جزیرۃ العرب	70/-

حج و مقامات حج	35/-
اُمت مسلمہ	70/-
سماج کی تعلیم و تربیت	35/-

حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی تصنیفات

معارف الحدیث مکمل	800/-
اسلام کیا ہے؟ اردو	28/-
اسلام کیا ہے؟ ہندی	35/-
دین و شریعت	70/-
ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعت	65/-
قادیانیت مسلمان نہیں	22/-
آپ حج کیسے کریں	28/-

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ از۔ مولانا سید محمد حمزہ حسنی	45/-
تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ از۔ مولانا محمد الحسنیؒ	35/-
بشریت انبیاء از۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	25/-
کتاب النحو از۔ حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ	18/-
کتاب الصرف از۔ حافظ عبدالرحمن امرتسریؒ	20/-
بریلوی فتنہ کا نیا روپ از۔ مولانا عارف سنبھلی	28/-
تاریخ میلاد (حکیم الشکور)	20/-
مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی)	40/-

مکتبہ اسلام ۵۴/۲/۱۷ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ۔۱۸
فون نمبر دفتر : 270406
فون نمبر رہائش : 229174

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد ۴۶ مئی ۲۰۰۲ء شمارہ ۵

ایڈیٹر
محمد حمزہ حسنی

معاونین
- امامہ حسنی
- میمونہ حسنی
- اسحاق حسینی
- جعفر مسعود حسنی

سالانہ چندہ
برائے ہندوستان : ۱۰۰/روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵/امریکی ڈالر
فی شمارہ : ۹/روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں
ماہنامہ رضوان ۵۴/۲/۱۷، محمد علی لین، گوئن روڈ لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸
Phone : 270406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون: 281223-270119

اپنی بہنوں سے .... مدیر ... ۳

حدیث کی روشنی .... امۃ اللہ تسنیم ... ۴

آسمان ہدایت کے درخشاں ستارے ... مولانا محمد نذر عثمانی ... ۶

عرب کا انوکھا تاجر .... محمد مطلوب طالب ... ۹

خلیفہ ثانی کا عجز وانکسار .... محترم ساجد مقصود فاروقی .. ۱۲

شرک ایک عظیم گناہ .... مطیع الرحمٰن عوف .. ۱۴

اچھے کاموں کی تلقین .... شفیق الرحمٰن گیلانی .. ۱۶

ماں کا حق .... کمال الدین .. ۱۷

دوسری فتح .... محترم اقبال احمد اعظمی .. ۱۸

وطن دوستی .... مولانا محمد طاسین .. ۲۲

وقت کی نصیحت .... محمد زبیر سلیمانی .. ۲۵

ٹانگوں کی جان لیوا بیماری .... ڈاکٹر آصف محمود جاہ . ۳۵

نزلے زکام کے مؤثر علاج .... عالیہ احمد، راولپنڈی . ۳۶

سوال وجواب .... مفتی راشد حسین ندوی .. ۴۰

اپنی بہنوں سے

اس وقت فلسطین اور گجرات میں جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور جس طرح مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی طریقہ اور ایک ہی حکمت عملی اختیار کی جا رہی ہے، ہر طرح کی قتل وغارت گری کی کاروائی کر کے الزام مسلمانوں پر ہی لگایا جا رہا ہے، کہ وہ تشدد پسند ہوتے ہیں اور خونریزی کرتے ہیں، اور اس قتل وغارت گری کے خلاف اگر کوئی آواز اٹھتی ہے تو اس کو مداخلت بے جا کہا جاتا ہے، لگتا یہ ہے کہ اسرائیل نے ان دہشت گرد تنظیموں سے روابط بڑھا لئے ہیں جو گجرات میں سرگرم عمل ہیں اور ان کو اسرائیلی تربیت اور مدد حاصل ہوگئی ہے، اور دونوں نے مل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف محاذ بنا لیا ہے۔

لیکن باطل قوت کبھی کامیاب نہیں ہوتی وقتی کامیابی تو مل سکتی ہے مگر مستقل کامیابی کبھی بھی ان شیطانی قوتوں کو نہیں مل سکتی، جو گجرات میں ہو رہا ہے وہ اسرائیل پچاس برسوں سے زائد عرصہ سے فلسطین میں کر رہا ہے، مگر حال یہ ہے کوئی اسرائیلی آرام کی نیند نہیں سو سکتا، بڑی تعداد میں یہودی جائداد، مکان بیچ کر اسرائیل سے بھاگ رہے ہیں اور پوری دنیا سوائے امریکہ کے جو یہودیوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے اسرائیل کی مذمت کر رہی ہے، حتی کہ یورپ جس کی مدد سے اسرائیل کا قیام عمل میں آیا تھا آج اسرائیل سے بیزار اور اس پر پابندیاں لگانے کی بات کر رہا ہے، ظالموں، غاصبوں کا جو انجام ہوتا ہے آج اسرائیل اس سے دوچار ہے اور بہادر فلسطینی جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر مقابلہ پر ڈٹے ہوئے ہیں انشاء اللہ فتح انہیں کو ملے گی اور بیت المقدس مسلمانوں کو واپس ملے گا۔

حالات سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، آج ہندوستان کی اکثریت ان چند دہشت گرد تنظیموں وشوہندو پریشد آر ایس ایس وغیرہ سے سخت بیزار ہے ملکی وقومی اخبارات ان دہشت گردوں کی سخت مذمت کر رہے ہیں اور گجرات کی قاتل حکومت کو ننگ انسانیت اور پورے ہندوستان کے لئے باعث شرم قرار دے رہے ہیں، اور ہندو مذہب کے لئے ان کو کلنک کا ٹیکہ بتا رہے ہیں۔

مسلمانوں کو صبر واستقامت سے کام لینا چاہئے اور اپنے دین پر مضبوطی سے قائم رہنا چاہئے۔ دین کے ایک ایک حکم کو ہم کو اپنی جان ومال عزت وآبرو سے زیادہ قیمتی سمجھنا چاہئے تاکہ دشمن یہ سمجھ لے چاہے وہ جو بھی کرے لیکن ایک بھی مسلمان مرد وعورت کو اسلام سے الگ نہیں کر سکتا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن بابرکت سے جدا نہیں کر سکتا یہ ہمارا عہد ہے جس پر انشاء اللہ ہم ہمیشہ قائم رہیں گے، چاہے زندہ رہیں چاہے مرجائیں۔

●●●

حدیث کی روشنی میں

لمۃ اللہ تسنیم

اللہ کے لئے محبت اور اس کے احکام

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من اله ورضوانا۔ سيماهم في وجوههم من اثر السجود۔ ذلك مثلهم في التوراة ومثلهم في الانجيل كزرع اخرج شطأه فازره فاستغلظ فاستوىٰ على سوقه يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصلحت منهم مغفرة واجراً عظيما۔ (فتح۔ ع ۴)

ترجمہ: محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں، تم ان کو رکوع اور سجدہ میں دیکھتے ہو، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں پر سجدوں کی نشان ہیں۔ یہ وہی ہیں کہ ان کی صفت تورات اور انجیل میں ہے جیسے کھیتی بالی نکالے اور اس کو قوی کرے اور اپنی جڑ پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھی بھلی معلوم ہونے لگے تاکہ ان سے کافروں کو جلائے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، بخشش اور بڑے ثواب کا۔

وہ لوگ جنھوں نے مدینہ میں پہلے سے جگہ بنالی اور ان سے پہلے ایمان لائے اور ان کو چاہتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کرتے ہیں۔

ایمان کی حلاوت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں جس میں ہوں گی اس کو ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی۔ (۱) اللہ اور اس کا رسول ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) کسی سے محبت کرے تو للّٰہی محبت کرے۔ (۳) کفر کی طرف واپس ہوجانا جس سے اللہ نے اس کو بچایا ہے اتنا برا سمجھے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو برا سمجھتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

سات آدمی جو قیامت میں اللہ کے سایۂ رحمت میں ہونگے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: سات آدمی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اپنا سایہ کریگا، جس دن بجز خدا کے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا، اور وہ سات یہ ہیں۔ (۱) منصف حاکم۔ (۲) وہ جوان جس نے اللہ عزوجل ہی کی عبادت میں نشو نما پائی۔ (۳) وہ جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے۔ (۴) وہ دو آدمی جو اللہ کے لئے محبت کریں، ملیں تو اسی کے لیے، اور الگ ہوں تو اسی کے لئے۔ (۵) وہ جس کو کوئی صاحبِ جمال عورت بلائے تو کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ (۶) جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بایاں ہاتھ بھی نہ جانے کہ سیدھا ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے۔ (۷) جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کے آنسو بہنے لگیں۔ (مسلم)

للّٰہی محبت رکھنے والوں پر اللہ کا سایہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا میری عظمت کی وجہ سے جو آپس میں محبت کرتے تھے وہ کہاں ہیں، آج میں ان پر اپنا سایہ کروں گا اور آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔ (مسلم)

باہمی محبت اور اس کی ترکیب

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، تم جنت میں نہ جاسکو گے جب تک ایمان نہ لاؤ گے، اور جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کروگے مومن نہ ہوگے، میں تم کو ایسی بات نہ بتلادوں کہ تم عمل کرو تو آپس میں محبت ہوجائے، اپنے درمیان سلام پھیلاؤ۔

مسلمان سے خدا کے لئے محبت کی فضیلت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا: ایک آدمی اپنے کسی بھائی کی ملاقات کے لئے کسی دوسری بستی جارہا تھا، اللہ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ مقرر کردیا، جب وہ فرشتہ کے قریب ہوا تو فرشتہ بولا کہاں کا ارادہ رکھتے ہو، اس نے جواب دیا فلاں بھائی سے فلاں جگہ ملنے جاتا ہوں، فرشتہ نے کہا کیا تم پر اس کا کوئی احسان ہے جس کو تم نبھا...... رہے ہو؟ اس نے کہا اس سے میری کوئی غرض نہیں، ہاں مجھے اس سے للّٰہی محبت ہے، فرشتہ نے کہا میں اللہ کا قاصد ہوں، اللہ نے تم سے محبت کی جیسے تم نے اس کی وجہ سے اس سے محبت کی۔ (مسلم)

انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے

حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے محبت کرنے والا مومن ہوگا اور بغض رکھنے والا منافق ہوگا، جو ان سے محبت کرے گا اللہ اس محبت کرے گا، جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ (بخاری ومسلم)

اللہ کے لئے محبت رکھنے والوں کا قیامت میں اعزاز

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو میری عظمت کی وجہ سے آپس میں محبت رکھیں ان کے لئے نور کے منبر ہوں گے، ان پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ (ترمذی)

اللہ کے لئے محبت کرنے والا اللہ کا محبوب ہے

حضرت ابوادریسؒ الخولانی سے روایت ہے کہ دمشق مسجد میں میرا گزر ہوا، میں نے ایک چمکدار دانتوں والے ایک نوجوان کو دیکھا کہ ان کے گرد لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، جب کسی بات پر اختلاف ہوتا تو ان کی طرف رجوع ہوتے اور انھیں کی رائے پر فیصلہ کرتے، میں نے ان کے متعلق دریافت کیا، معلوم ہوا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں، دوسرے دن میں دوپہر کو بہت سویرے آیا اور میں نے ان کو اپنے سے پہلے آیا ہوا پایا، وہ نماز پڑھ رہے تھے، میں نے انتظار کیا، جب انہوں نے نماز پوری کی تو میں نے ان کے سامنے آکر سلام کیا، پھر عرض کیا خدا کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کہا سچ، میں نے کہا سچ، بولے سچ، میں نے کہا ہاں سچ، تو انہوں نے میری چادر کا کونا پکڑ کر مجھ کو اپنی طرف کھینچ لیا، پھر فرمایا خوش ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میرے لئے آپس میں محبت کرنے والوں، اور میرے واسطے ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے والوں، اور میری ہی رضا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہوگئی۔

مسلمان بھائی کو اپنی محبت کی خبر دے دینی چاہئے

حضرت مقدامؓ بن معدی کرب سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: جب آدمی اپنے کسی مسلماں بھائی سے محبت کرے تو اس کو چاہئے کہ اس کو بتادے، کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

آنحضرت ﷺ کی حضرت معاذؓ کو محبت کی اطلاع اور دعا کی تعلیم

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے معاذؓ مجھے تم سے محبت ہے اور فرمایا کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اپنی ہر نماز کے پیچھے "اللھم اعنی علیٰ ذکرك وشكرك وحسن عبادتك" کہہ لیا کرو۔ (ابوداؤد، ترمذی)

محبت کی اطلاع

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریمؐ کے پاس حاضر تھے، دوسرے صاحب آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ان سے محبت ہے، آپ نے فرمایا ان کو بتلا بھی دیا، بولے نہیں، آپؐ نے فرمایا بتلادو۔ انہوں نے ان صاحب سے کہا میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں، وہ بولے آپ جس کے لئے مجھ سے محبت کرتے ہیں وہ آپ سے بھی محبت کرے۔ (ابوداؤد)

آسمان ہدایت کے درخشاں ستارے

مولانا محمد نذر عثمانی

شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے، آسمان ولایت کے چمکتے ستارے، بستان نبوت کے مہکتے پھول اور آغوش نبوتؐ کی پروردہ ہستیاں یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قدسی صفات کا تذکرہ قرآن مجید اور دیگر آسمانی کتابوں میں موجود ہے، ان کے سینوں پر انوار رسالت کی شعاعوں کا عکس براہ راست پڑا، صحابہ کرامؓ نے دین الٰہی کی سربلندی کے لئے اپنی ہر چیز راہ خدا میں لٹادی، بلاشبہ ان کی سیرت کا ہر پہلو درخشاں اور عالم انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تربیت یافتہ جماعت کا تذکرہ قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں۔"

حضرت امام مالکؒ کا فرمان ہے کہ جن صحابہ کرامؓ نے ملک شام کو فتح کیا جب وہاں نصرانی ان کے چہرے دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے کہ:

"خدا کی قسم! یہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں سے بہت ہی بہتر و افضل ہیں۔"

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے، ابھی اسلام کا آغاز تھا، شہر مکہ کافروں سے بھرا ہوا تھا، لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے سرشار تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں لوگوں کو اعلانیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی اطلاع دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکرؓ! ذرا صبر سے کام لو، ابھی ہم تعداد میں کم ہیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ برابر اصرار فرماتے ہیں، حتی کہ حضور علیہ السلام نے اجازت دے دی، حضرت ابوبکرؓ نے بے خوف و خطر لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دی، حافظ ابن کثیرؒ "البدایہ والنہایہ" میں لکھتے ہیں:

"فکان اول خطیب دعا الی اللہ والی رسولہ"

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سیدنا ابوبکرؓ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا۔"

اس دعوت کو سن کر مشرکین مکہ آپؓ پر ٹوٹ پڑے، آپ کو سخت مارا گیا، عتبہ بن ربیعہ نے آپؓ کے چہرے پر بے تحاشہ تھپڑ مارے، آپؓ قبیلہ بنو تیم سے تو تھے، آپؓ کے قبیلے کے لوگوں کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو دوڑے ہوئے آئے اور مشرکین سے انہیں چھڑا کر ان کے گھر چھوڑ آئے، حضرت ابوبکرؓ ان ضربات کی شدت سے بے ہوش تھے اور لوگوں کا خیال تھا کہ وہ شاید زندہ نہ رہ سکیں، صدیق ابوبکرؓ دن بھر بے ہوش رہے، جب شام ہوئی تو آپؓ کو ہوش آیا، آپؓ کے والد ابوقحافہ اور آپؓ کے قبیلے کے لوگ اس وقت آپؓ کے آس پاس کھڑے تھے، ہوش آتے ہی سیدنا صدیق اکبرؓ نے سب سے پہلی بات یہ دریافت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ اور کس حال میں ہیں؟ ان کے قبیلے کے لوگ یہ سن کر سخت برہم ہوتے ہیں اور صدیق اکبرؓ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ ذلت و رسوائی تمہیں اٹھانا پڑی اور یہ مار پیٹ تمہیں برداشت کرنا پڑی ہوش میں آتے ہی تم پھر انہیں کا حال پوچھتے ہو، ان اندھوں کو کیا خبر تھی کہ ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر سختیاں جھیلنے میں، جو لذت ہے، وہ دنیاداروں کو پھولوں کی سیج پر بھی حاصل نہیں ہو سکتی، صدیق اکبرؓ کے قبیلے کے لوگ مایوس ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے اور ان کی والدہ ام الخیر سے کہہ گئے کہ جب تک یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے باز نہ آئیں ان کا بائیکاٹ کرو اور انہیں کھانے پینے کے لئے بھی کچھ نہ دو، لیکن ماں کی ممتا سے یہ

برداشت نہ ہوا، کھانا لا کر حضرت ابوبکرؓ کے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ دن بھر کے بھوکے ہو، کچھ کھالو، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ: ماں! خدا کی قسم میں کھانا نہیں چکھوں گا اور پانی کا گھونٹ تک نہ پیوں گا جب تک کہ حضور علیہ السلام کی زیارت نہ کرلو۔ اس وقت ان کے گھر میں حضرت عمرؓ کی بہن ام جمیل آئیں، انہوں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں اور دار ارقم میں تشریف فرما ہیں، سیدنا ابوبکرؓ زخموں سے چور تھے اور چلنے پھرنے کے قابل نہ تھے، لیکن اس حالت میں بھی اپنی ماں کے سہارے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، حضور علیہ السلام ان پر جھک پڑے اور انہیں چوما، حضور علیہ السلام پر سخت گریہ طاری تھا، آپؐ نے دیکھا کہ صدیق اکبرؓ حضور اقدس محبت میں اپنے جسم اور اپنی جان کی سب کلفتیں بھول گئے۔

اسی طرح ہم حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو دیکھتے ہیں کہ جن کے بارے میں فرمان رسولؐ ہے کہ سعد تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔ جاں نثاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ واحد صحابی ہیں جنہیں یہ اعزاز حاصل ہے، اور یہ اکثر اس اعزاز کا تذکرہ فرماتے تھے کہ میرے آقا سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو سب صحابہؓ یہ کہتے ہیں: "فداك ابی وامی یا رسول اللہ" لیکن میرے لئے سرکار دوجہاںؐ نے فرمایا کہ: "اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔"

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ رشتہ میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز تھے، چونکہ یہ بنو زہرہ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، اور بنو زہرہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا خاندان ہے، اس قرابت داری کا خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعض اوقات تذکرہ فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ نے سعد ابن ابی وقاصؓ کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا اور خوشی سے جھومتے ہوئے فرمایا کہ یہ میرے ماموں آرہے ہیں، کوئی اس جیسا اپنا ماموں تو دکھلائے۔

حضرت سعدؓ کے اسلام قبول کرنے کی داستان بھی عجیب ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے سے تین راتیں پہلے میں نے خواب دیکھا کہ میں خوفناک تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہوں، تاریک و پرآشوب سمندر کی موجوں میں ہچکولے کھا رہا ہوں، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چاند جگمگا رہا ہے، میں خواب ہی میں اس کی طرف چلا، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ مجھ سے پہلے چند لوگ اس ماہتاب کے قریب پہنچ چکے ہیں، میں نے غور سے دیکھا تو مجھے زید بن حارثہؓ علیؓ ابن ابی طالب، اور ابوبکر صدیقؓ دکھائی دیئے، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کب تشریف لائے؟ انہوں نے بتایا کہ بس ابھی آئے ہیں، جب صبح ہوئی تو مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس پردہ اللہ کے دین کی دعوت دے رہے ہیں، میں بھانپ گیا کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ خیر و برکت کا ارادہ رکھتے ہیں، میں اسی وقت بلاتاخیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں چل نکلا، محلہ جیاد کی ایک گھاٹی میں مجھے آپؐ کی زیارت ہوئی، میں نے اسلام قبول کرنے کی تمنا ظاہر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت و محبت سے مجھے مشرف بہ اسلام کیا، اس وقت میرے سامنے وہی عالی مقام تین حضرات آئے جنہیں میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اسلام قبول کرنے والوں میں بظاہر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا چوتھا نمبر تھا۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملی، غزوۂ بدر میں حضرت سعدؓ اور ان کے بھائی عمیرؓ نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ ناقابل فراموش ہیں۔ عمیرؓ ابھی بچے تھے اور سن بلوغت کو بھی نہ پہنچے تھے، جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کا معائنہ کرنا شروع کیا تو عمیر چھپ گئے انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پڑ گئی تو مجھے چھوٹا سمجھ کر واپس لوٹا دیا جائے گا لیکن پھر بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ لیا اور بچہ سمجھ کر واپس لوٹا دیا، یہ فیصلہ سن کر حضرت عمیرؓ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا، ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترس آ گیا اور انہیں جہاد میں شریک ہونے کی اجازت دے دی، اجازت ملنے پر ان کے بھائی حضرت سعد شاداں و فرحاں ان کی

طرف آئے، اپنے ہاتھ سے ان کے کندھے پر تلوار لٹکائی اور پھر دونوں بھائی جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر میدان کارزار میں اترے، جب معرکہ آرائی ختم ہوئی تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اپنے چھوٹے بھائی عمیرؓ کو سرزمین بدر میں دفن کر کے اکیلے مدینہ طیبہ واپس لوٹے کیونکہ حضرت عمیرؓ نے میدان بدر میں جام شہادت نوش فرمالیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچ چکے تھے۔ آج بھی میدان بدر کے باہر لگی ہوئی سنگ مرمر کی بڑی تختی اس معرکہ میں شہید ہونے والوں کی یاد دلاتی ہے، جن میں ایک حضرت عمیرؓ بن ابی وقاصؓ بھی ہیں۔

غزوۂ احد میں درے کی جانب سے دشمن نے اچانک زوردار حملہ کیا تو مسلمانوں کے قدم لڑکھڑا گئے، رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس صحابہ رہ گئے تھے، اس نازک ترین موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اس جرأت ومہارت سے تیر اندازی کی کہ دشمنوں میں سے جس کے آپ کا تیر لگ جاتا وہ وہیں ڈھیر ہو جاتا، اس میدان میں آپؓ کا کوئی نشانہ خطا نہیں گیا، جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ماہرانہ تیر اندازی دیکھی تو حوصلہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''سعد تیر اندازی جاری رکھو، میرے ماں باپ تجھ پر قربان۔''

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے لمبی عمر پائی، اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو وافر مقدار میں مال ودولت سے نوازا لیکن جب موت کا وقت قریب آیا تو اپنا بوسیدہ اونی جبہ منگوایا اور یہ وصیت فرمائی کہ مجھے اس جبہ کا کفن پہنانا، کیونکہ میں میدان بدر میں یہ جبہ پہن کر جہاد پر گیا تھا، میری دلی خواہش ہے کہ میں اسی جبہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)

●●

مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی کی رحلت

فقہ اسلامی کے ماہر، امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے قاضی القضاۃ اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر عالی وقار جناب مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی ۴؍اپریل ۲۰۰۲ء کو دہلی میں جہاں وہ زیر علاج تھے وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قاضی صاحب کی وفات کا سانحہ ملت کے لئے ایک بڑا سانحہ ہے ان کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی، شدید بیماری میں بھی ملی مسائل اور علمی مصروفیات میں گھرے رہتے تھے، آل انڈیا ملی کونسل اور اسلامک فقہ اکیڈمی ان کی یادگار ہیں، انہوں نے پہلے دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی پھر جامعہ رحمانیہ مونگیر میں تدریسی خدمات انجام دیں، ۱۹۶۱ء سے تا وفات وہ امارت شرعیہ بہار واڑیسہ کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) رہے۔

اللہ تعالیٰ اس خلاء کو (جو ان کو وفات سے پیدا ہوگیا ہے) دور فرمائے، اور قاضی صاحب کی مغفرت اور درجات بلند فرمائے اور ان کی خدمات کو ان کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

(ادارہ)

محمد مطلوب طالب

عرب کا انوکھا تاجر

یہ بازار عکاظ کا منظر ہے۔ لاکھوں کا کاروبار ہو رہا ہے، مکہ کی کھالیں، کھجوریں اور دیگر ایسی کئی چیزیں دکانوں میں پڑی ہیں شام اور یمن کے برتن، پارچہ جات، سونا چاندی، اسلحہ اور اناج وغیرہ بھی ڈھیریوں میں دکھائی دیتا ہے، خرید وفروخت زوروں پر ہے۔

اس بازار میں حکیم بن حزام (حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے) کی دکان ہے۔ یہیں ابوبکر نظر آتے ہیں۔ ابولہب بھی رقم گننے اور مال بیچنے میں محو ہے، عتبہ بن ربیعہ بھی سج دھج سے بیٹھا ہوا ہے، قریش کے نامور تاجر اپنی دکانیں سجائے ہوئے ہیں۔ اسی بازار میں ایک جگہ دو بدو کچھ سامان خرید رہے ہیں۔ دکاندار بائیس سال کا خوبرو نوجوان سفید اور ستھرے لباس میں بڑا مستعد نظر آتا ہے لیکن اس کی تجارت کا انداز منفرد ہے وہ گاہکوں کو مال کی صرف خوبیاں بتانے پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ اس کی خامیاں بھی بتارہا ہے تاکہ بددیانتی یا دھوکہ بازی کا شائبہ تک نہ رہے، جب کہ دوسرے تاجر گاہکوں کو بہلانے پھسلانے اور ان کی ناتجربہ کاری وسادگی سے فائدہ اٹھانے میں محو ہیں۔ انہیں اس کی پرواہ نہیں کہ گاہک کو حقیقت حال سے باخبر کریں بلکہ وہ تو چاہتے ہیں کہ خراب وناقص مال اچھے دام میں فروخت ہو جائے، لیکن بازار عکاظ کا یہ انوکھا تاجر ہے جسے اپنے مال کے فروخت ہونے سے زیادہ گاہک کا مفاد عزیز ہے۔

لوگ اس تاجر کی ایمانداری اور اخلاق سے متاثر ہو کر گرویدہ ہو جاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو اس منفرد تاجر کی زبان میں بلا کی مٹھاس ہے، گفتگو گویا موتیوں کی لڑی ہے جس میں کسی قسم کی آمیزش نہیں ہے، بات کرتے ہیں تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں، بولتے ہیں تو صدق وصفا کی مہک اٹھتی ہے......

کسی نے پوچھا:

اے عظیم انسان تیرا نام کیا ہے؟

میں محمدؐ بن عبداللہ ہوں جواب ملا۔

پورے بازار میں عبداللہ وآمنہ کے اس در یتیم اور اکلوتے کے چرچے ہونے لگتے ہیں۔ گاہکوں کا رش بڑھ جاتا ہے اور سامان دیگر تاجروں سے پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرے تاجروں کی کمائی کا دارومدار زیادہ تر سودی لین دین پر ہے کیونکہ غریب عوام نقد ادائیگی سے محروم ہیں اس لئے سود در سود کے حساب سے ادھار لینے اور پھر عرب بنئے کے جال میں اس بری طرح سے گرفتار ہو جاتے ہیں کہ زندگی بھر چھٹکارا ناممکن ہے۔ اسی لئے ان تاجروں کو اصل سے بڑھ کر سود عزیز ہے کیونکہ ان کی دولت ارتکاز اور پھیلاؤ کا راز سود ہی میں مضمر ہے لیکن اس بھرے بازار میں صرف محمدؐ بن عبداللہ ہی ایک ایسے تاجر ہیں جو سود سے نفرت کرتے ہیں وہ بلا سود رقم یا مال ادھار دینے میں کبھی نہیں ہچکچاتے اس کی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ کاری ان کا مقصد حیات نہیں جب کہ ان کے چچا سود کے باعث لکھ پتی ہو گئے ہیں لیکن محمدؐ بدستور بے زر وتہی دست ہیں اور اس کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔

نیکی اور سچائی ہمیشہ اپنا اثر رکھتی ہے جب بندہ ان اچھے اصولوں کو اپناتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی محبت دیگر مخلوقات کے قلوب میں ڈال دیتا ہے اور ان اصولوں کی مہک دور دور تک پھیل جاتی ہے۔ اسی لئے محمدؐ بن عبداللہ اپنی دیانت وامانت کے باعث پورے علاقے میں مشہور ہو گئے کہیں آپ کی صداقت کے چرچے ہیں تو کہیں امین کے لقب سے پکارا جارہا ہے۔

مگر ایک بات قابل غور ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ کا مال تجارت دیگر تاجروں سے بہت جلدی فروخت ہو جاتا ہے۔ بکری بھی زوروں پر ہے، پھر سرمایہ کی قلت کیوں؟ جب کہ ان کے چچا ابولہب، عباس اور حمزہ لکھ پتی ہو گئے، بنی مخزوم کے ولید بن مغیرہ اور ہشام ترقی کرتے کرتے بہت بڑے سرمایہ دار بن چکے ہیں، بنوامیہ کے عفان بن ابوالعاص اور ابوسفیان بن حرب کی دولت کا کوئی شمار ہی نہیں ہے، عبدشمس کے عتبہ اور شیبہ لاکھوں میں کھیلتے ہیں، بنوتمیم کے

ابوقحافہ اور ان کے بیٹے ابوبکر کی دکانیں چمک اٹھی ہیں لیکن ایک جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان کے پاس دولت کی ریل پیل نہیں ہوتی، حالانکہ گاہک خریداری کے لئے سب سے پہلے ان کے پاس آتے ہیں۔

جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہیں نہ باپ، نہ ماں، نہ بہن اور نہ بھائی صرف ابوطالب کے اہل وعیال ہیں جو خود بھی تجارت کرتے ہیں ان کا لڑکا طالب بھی کام کرتا ہے اور حصول معاش میں دونوں باپ بیٹے مشقت کرتے ہیں۔ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خدمت کرتے ہیں مگر لین دین کی اس گرم بازاری میں ان کے پاس سرمایہ جمع نہیں ہوتا، عتبہ کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے وہ ایک روز جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں دبے پاؤں روانہ ہوجاتا ہے اس نے دیکھ لیا ہے کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں اناج اور سکوں کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہیں، کسی میں دن بھر کی کمائی ہے، کسی میں اناج ہے وہ انہیں لئے ہوئے ایک گلی میں داخل ہوتے ہیں۔

عتبہ چھپ چھپ کر ان کے پیچھے آرہا ہے جناب محمدؐ ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں ایک نحیف ونزار بڑھیا باہر آتی ہے۔ آپ اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھمادیتے ہیں اور اس کی تحسین سے بے نیاز آگے بڑھ جاتے ہیں، عتبہ غور سے دیکھتا اور چونک اٹھتا ہے۔

اوہ...... یہ تو قیس کا گھر ہے جو فجار میں ہلاک ہوگیا تھا، یہاں اس کے چھوٹے چھوٹے بچے اور مریضہ ماں رہتی ہے جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔

عتبہ پھر جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتا ہے چند قدم چلنے کے بعد آپ ایک دروزاہ پر دستک دیتے ہیں ایک بوڑھا اپاہج باہر نکلتا ہے۔ اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں گال پچکے ہوئے، رنگ زرد ہاتھوں میں رعشہ۔ عتبہ نے دیکھا کہ جناب محمدؐ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کے بعد اسے ایک تھیلی دے کر آگے بڑھ جاتے ہیں بوڑھے کے لب ہلتے ہیں آنکھیں بھیگ جاتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ دعائیں دے رہا ہے۔

محمدؐ آگے بڑھتے ہیں ایک جگہ چند بچے کھیل رہے ہیں مٹی اور دھول سے انہوں نے اپنے کپڑے گرد آلود کرلئے ہیں وہ دیکھنے میں میلے کچیلے نظر آتے ہیں جب ان بچوں نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھ لیا تو ایک بچہ زور سے پکارتا ہے۔

"وہ آگئے، وہ آگئے، محمدؐ آگئے۔"

اس پر تمام بچے آپ کی طرف دوڑ لگاتے ہیں کوئی آپ کی ٹانگوں سے چمٹ جاتا ہے، کوئی عبا کا دامن تھام لیتا ہے، کسی کا ہاتھ آپ کے بازو کو چھوتا ہے، کوئی تھیلیاں ٹٹولتا ہے یہ سب مفلس وقلاش کے بچے ہیں، ان میں کئی بچے یتیم بھی ہیں۔

ایسے گندے اور غریب بچوں سے عتبہ ہمیشہ نفرت کرتا تھا وہ ان کے مفلس ونادار والدین کی شکلوں سے بیزار رہتا تھا ان بچوں کے لئے اس کے دل میں کوئی ہمدردی ومحبت نہیں تھی لیکن اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ جناب محمد کسی بچہ کو چومتے ہیں، کسی کو گود میں اٹھالیتے ہیں کسی کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہیں اور ان کے درمیان بیٹھ کر تھیلیاں باری باری سب بچوں میں تقسیم کردیتے ہیں، بچے خوشی ومسرت سے اچھلتے کودتے اور شور مچاتے اپنے گھروں کی طرف بھاگ اٹھتے ہیں اور جناب بچوں کو اس طرح خوش وخرم دیکھ کر مسکرانے لگتے ہیں اور آگے بڑھ جاتے ہیں۔

راستے میں عتبہ جناب محمدؐ سے ملتا ہے مگر اس کی زبان پر تالا پڑ جاتا ہے وہ کچھ کہے سنے بغیر چپ چاپ آگے روانہ ہوجاتا ہے۔

"ہونہہ تو یہ بات ہے۔ عتبہ زیر لب بڑبڑاتا ہے، شکر ہے ابوطالب کا بھتیجا دولت کی قدر کرنا نہیں جانتا وہ سنگریزوں کی طرح بیواؤں، یتیموں اور بچوں میں تقسیم کررہا ہے۔ ورنہ اس سے بڑھ کر مکہ میں کوئی متمول نہ ہوتا، تجارت میں اس نے وہ نام پیدا کیا ہے کہ گاہک ناک کی سیدھ میں اس کی دکان پر آتے ہیں، اگر یہ بھی اپنے چچا ابولہب عباس یا حمزہ کی طرح دولت کا قدرشناس ہوتا تو اس نوعمری میں ہی مکہ کا سب سے بڑا سرمایہ دار ہوتا۔"

یہی بازار عکاظ ہے جہاں جناب محمدؐ نے شہسواری اور نیزہ بازی کے کرتب دیکھے ہیں، یہیں اپنے چچاؤں عباس اور حمزہ کو میدان مارتے دیکھا ہے۔ اس بازار میں آپ نے شاعروں کی لن ترانیاں سنی ہیں لیکن اس سے آگے قدم تک نہیں بڑھایا ہے کیونکہ وہاں رقص وسرور اور داستان گوئی کا بازار گرم رہتا ہے۔

اسی بازار میں آپ نے بازی جیتنے والوں کو ضیافتوں میں دولت لٹاتے دیکھا

ہے، یہیں ہارنے والے انتقام کی آگ میں جل رہے ہیں۔ اسی جگہ خاندانی تفاخر کی خاطر خون کی لکیروں سے رنگین کیا گیا ہے، یہاں شراب وشاعر کے فتنے شعلہ جوالہ میں تبدیل ہورہے ہیں، لیکن جناب محمد کو کسی سے کوئی سروکار نہیں ہے، عیش ونشاط ہو یا حسن وانتقام، فخر وغرور ہو یا تذلیل وتوہین۔

جناب محمدؐ ان سب لغویات سے بے نیاز ہیں۔ ان کی جوانی کا رخ عاقبت کی طرف ہے تخریب کی جانب ان کے قدم ہی نہیں اٹھتے، ان کی دولت کا استعمال ایسی بے ہودہ اور خلاف فطرت، قبیح اعمال کے لئے نہیں ہوتا ہے۔

بازار عکاظ کا یہ تاجر سب سے انوکھا اور قابل تحسین وعدہ وفائی ایفائے عہد کا منظر بھی اس آسمان نے دیکھا کہ جب عبداللہ بن ابی الحمساء آپ سے معاملہ طے ہوجانے کے بعد کہتا ہے:

"محمدؐ آپ یہیں ٹھہریں میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔"

لیکن کاروبار کی مصروفیت کے باعث وہ بھول جاتا ہے کہ اس نے جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انتظار کے لئے کہا ہے تین دن گزر جاتے ہیں، اس کے ذہن میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے کہ اب تو محمدؐ جا چکے ہوں گے، لیکن دوسرے ہی لمحہ وہ سوچتا ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو محمدؐ میرے پاس آتے مجھے اپنا وعدہ یاد دلاتے، وہ یقیناً وہیں ہوں گے، کیونکہ آج تک کسی نے انہیں اپنے قول وقرار سے پھرتے نہیں دیکھا، اور مکہ کے ہر شخص کو اس کا اعتراف ہے وہ صادق وامین ہیں، ہونہ ہو وہ ضرور وہیں ہوں گے۔

جب عبداللہ بن ابی الحمساء جگہ مقررہ پر پہنچتا ہے تو ندامت سے اس کا سر جھک جاتا ہے، پیشانی عرق آلود ہوجاتی ہے کیونکہ جناب محمدؐ بدستور اس جگہ کھڑے اس کا انتظار کررہے ہیں وہ آگے بڑھ کر ایک مجرم کی طرح کہتا ہے:

"محمدؐ مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں وقت پر نہ پہنچ سکا، دراصل میں اس معاملہ کو یکسر بھول گیا تھا، مجھے معاف کردو۔"

اتنی کوفت وانتظار اور دشواری وپریشانی اٹھانے کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف شفقت سے دیکھتے ہیں اور نہایت بردباری اور ملائمت سے فرماتے ہیں:

"عبداللہ! تم نے مجھے مشقت میں مبتلا کیا ہے، میں تین دن سے متواتر تمہارے انتظار میں رہا ہوں۔"

عبداللہ اب جناب محمدؐ کی صداقت اور امانت کا نقیب بن چکا ہے اور یہ آواز کوچہ وبازار سے نکل کر دور دور تک پھیل جاتی ہے، فضا مسکراتی ہے اور سحر کے جھونکے وادیٔ مکہ سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں:

"اے مکہ تجھے مبارک ہو، تیری سرزمین پر وہ صادق اور امین موجود ہے جس کے لئے آج سے تقریباً ساڑھے پانچ سو سال بیشتر ابن مریم علیہما السلام نے کہا تھا: مجھے تم سے اور بھی کئی باتیں کہنا ہے لیکن اب تم ان کو برداشت نہیں کرسکتے لیکن جب وہ (یعنی سچائی کی روح) آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا۔"

اے وادیٔ مکہ تو مبارک ہے ہم تیرے ذرے ذرے کو چومتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے اور سر پر بٹھاتے ہیں۔ ہم جناب محمدؐ کے صدقے میں تیری بزرگی اور عظمت کے گیت گاتے ہیں۔

اور اے سرزمین مکہ کیا تجھے معلوم ہے کہ ایک روز خدائے ذوالجلال تیری قسم کھائے گا کہ تجھ پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں۔

●●

بقیہ ماں کا حق

(۱) جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ چشم پوشی کرے اس کی عزت بڑھتی ہے۔

(۲) جو شخص مال کی زیادتی کے لئے سوال کرے اس کے مال میں کمی ہوتی ہے۔

(۳) جو شخص بخشش اور صلہ رحمی کا دروازہ کھول دے اس کے مال میں کثرت ہوتی ہے۔ (درمنثور)

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی میں بہت سی چیزیں قابل مدح ہیں:

۱۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم صلہ رحمی ہے۔

۲۔ رشتہ داروں پر مسرت پیدا کرنا ہے اور حضورؐ کا پاک ارشاد ہے کہ افضل ترین عمل مومن کو خوش کرنا ہے۔

۳۔ اس سے فرشتوں کو بھی مسرت ہوتی ہے۔

۴۔ مسلمانوں کی طرف سے اس شخص کی مدح اور تعریف ہوتی ہے۔

۵۔ شیطان کو اس سے بڑا رنج اور غم ہوتا ہے۔

۶۔ اس کی وجہ سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے۔

۷۔ رزق میں برکت ہوتی ہے۔

●●

محترم ساجد مقصود فاروقی

خلیفہ ثانی کا عجز و انکسار

حضرت عمر فاروقؓ کا دور اسلامی تاریخ کا درخشندہ اور بے مثال دور ہے ،اس عہد کے واقعات تمام مذاہب میں ضرب المثل بن گئے تھے، ایڈورڈ، گبن، زوسو، وریدک، برنارڈ شاہ، گاندھی ، نہرو اور عیسائی یہودی، کمیونسٹ، سبھی دنیا کے روحانی پیشوا اور حکمراں آپؓ کی طرز زندگی، دستور مملکت پر آج تک رطب اللسان ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کی اصلاحات اور کارناموں پر بڑے بڑے فلاسفر اور حکمراں سر دھن چکے ہیں، دنیا کا کوئی صاحب قلم اور مؤرخ حضرت عمرؓ کی اصلاحات کو نظر انداز کئے بغیر سستے انصاف کے حامل اصول اور قواعد وضوابط وضع نہ کرسکا۔

قارئین کرام! عدل فاروقیؓ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے چند واقعات راقم احاطۂ تحریر میں لاتا ہے۔

۱۔ایک مرتبہ بازار میں نہایت فربہ اونٹ فروخت ہو رہا تھا، حضرت عمرؓ نے دریافت فرمایا کہ یہ اونٹ کس کا ہے، جواب ملا کہ آپ کے فرزند کا ہے، آپؓ نے پوچھا، یہ اونٹ کیسا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اس کو خرید کر سرکاری چراگاہ میں بھیج دیا تھا اب یہ کچھ فربہ ہوگیا ہے، اس لئے قابل فروخت ہے، آپؓ نے فرمایا بیٹے! یہ اونٹ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا ہے اور عوام الناس نے یہ سمجھ کر کہ امیر المؤمنین کے بیٹے کا اونٹ ہے، اسے خوب کھلایا ہے، اس لئے تم صرف اس کی اصل قیمت کے حقدار ہو، اس لئے آپؓ نے اونٹ کی اصل قیمت ان کے حوالہ کردی، اور باقی بیت المال میں جمع کرادی۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے وظائف کی تقسیم کے لئے بیت المال سے ایک فہرست بنائی، جس میں سب سے آخر میں اپنے خاندان کا نام لکھا، لوگوں نے اصرار کیا کہ آپ سب سے پہلے اپنا اور اپنے خاندان کا نام لکھیں یہی بات خاندان بنی عدی نے بھی کہی، حضرت عمرؓ یہ سن کر سخت رنجیدہ ہوئے اور غصے بھرے لہجے میں فرمایا: چلو دور ہو میں تمہاری خاطر اپنی نیکیاں برباد کردوں یہ ممکن نہیں بخدا تمہارا نام سب سے آخر میں ہوگا، کیوں کہ جو عزت مجھے دنیا میں ملی ہے اور آخرت میں جس کا امیدوار ہوں، یہ صرف حضور ﷺ کی ذات با برکات کا صدقہ ہے، ہمیں جو شرف بھی حاصل ہوا ہے، آنحضرت ﷺ کے طفیل ہی حاصل ہوا۔ وظائف کی فہرست میں سب سے پہلے ان کے خاندان کو جگہ دی جائے گی، پھر جو لوگ جس درجہ میں آپ ﷺ سے قریب ہوں گے اس اعتبار سے ان کے نام درج ہوں گے۔

۳۔ حضرت عمرؓ ایک دن صدقے کے اونٹوں پر تیل مل رہے تھے، ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین یہ کام کسی غلام سے لیا ہوتا، حضرت عمرؓ نے جواب دیا: مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے۔

۴۔ ایک مرتبہ ایک گزی کا ایک کرتہ ایک شخص کو دھونے اور پیوند لگانے کے لئے دیا اس نے اس کے ساتھ ایک نرم کرتہ پیش کردیا۔ حضرت عمرؓ نے وہ کرتا اس کو واپس کردیا اور کرتہ لے کر فرمایا: اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔

۵۔ حضرت عمرؓ ایک دفعہ کافی دیر سے گھر سے تشریف لائے، باہر آئے تو لوگ انتظار کررہے تھے، فرمایا کہ پہننے کو کپڑے نہ تھے، اس لئے انہی کپڑوں کو دھوکر سوکھنے کے لئے ڈال دیا تھا، خوشک ہوئے تو وہی کپڑے پہن کر باہر نکل آیا۔

۶۔ ایک دفعہ عامل یمن حضرت عمرؓ کے پاس اس حالت میں حاضر ہوا کہ لباس فاخرہ زیب تن تھے، اور بالوں میں خوب تیل لگایا ہوا تھا، اس وضع کو دیکھ کر حضرت عمرؓ بہت ناراض ہوئے اور اسے حکم دیا کہ انہیں اتار دے۔

۷۔ حضرت عمرؓ شام سے دار الخلافہ واپس آرہے تھے کہ راہ میں ایک خیمہ دیکھا، سواری سے اتر کر خیمہ سے قریب گئے تو ایک بڑھیا نظر آئی، اس سے آپؓ نے سوال کیا کہ عمر کا کچھ حال معلوم ہے، اس نے کہا ہاں شام سے روانہ ہوچکا ہے ، لیکن (نعوذ باللہ) خدا اس کو غارت کرے، آج تک مجھ کو اس کے یہاں سے ایک جبہ بھی نہیں ملا، حضرت عمرؓ نے فرمایا اتنے دور کا حال عمر کو کیسے معلوم ہوسکتا ہے، بولی کہ اس کو خلافت کا حال معلوم نہیں تو خلافت کیوں کرتا ہے، حضرت عمرؓ کو سخت رقت ہوئی اور بے اختیار رو پڑے، طبیعت ٹھیک ہوئی تو اسکی حاجت پوری کی اور اس کے سخت ست کہنے کو بالکل محسوس نہ کیا۔

۸۔ ابوشحمہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے تھے نے ایک دفعہ شراب پی تو خود اپنے ہاتھ سے انہیں ۸۰/کوڑے مارے اور اسی صدمے سے وہ بے چارے قضا کرگئے۔

قدامہ بن مظعون جو حضرت عمرؓ کے سالے تھے جب شراب کیس میں ماخوذ ہوئے تو اعلانیہ ان کو ۸۰/کوڑے لگوادئے۔

۹۔ شام کے سفر میں جب حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں حضرت خالدؓ کی معزولی کی وجہ اور اپنی برأت بیان کی تو ایک شخص نے وہیں اٹھ کر کہا: اے عمر! خدا کی قسم تو نے انصاف نہیں کیا، تو نے رسول اللہ ﷺ کے عامل کو موقوف کردیا، تو نے رسول اللہ ﷺ کی کھینچی ہوئی تلوار کو نیام میں ڈال دیا، تو نے قطع رحم کیا، تو نے اپنے تایازاد بھائی پر حسد کیا، حضرت عمرؓ یہ سن کر مسکرادیئے، اور فرمایا کہ تم کو اپنے بھائی کی حمایت میں غصہ آگیا۔

۱۰۔ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج، باب جزیہ میں یہ روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ جب شام سے واپس آرہے تھے، تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ دھوپ میں کھڑے ہیں اور ان کے سر پر تیل ڈالا جارہا ہے، لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے، انہوں نے جواباً عرض کیا کہ انھوں نے جزیہ ادا نہیں کیا، اس لئے ان کو سزا دی جارہی ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا آخر ان کا عذر کیا ہے، انھوں نے جواباً عرض کیا کہ امیر المؤمنین! ناداری، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو اور انہیں تکلیف مت دو۔

۱۱۔ فتوحات کے بعد سیدنا عمر فاروقؓ نے ان تمام ارضیات کو جو شاہی جاگیر تھیں، یا جن پر رومی افسر قابض تھے، باشندگان ملک کے حوالے کردیں، اور بجائے اس کے کہ مسلمان افسروں یا فوجی سرداروں کو عنایت کی جاتیں، مستقل قانون بنا دیا کہ مسلمان کسی حالت میں ان زمینوں پر قابض نہیں ہوسکتے، یعنی اگر مالکان اپنی خوشی سے فروخت کرنا چاہیں، تب بھی مسلمان انہیں خرید نہیں سکتے۔

۱۲۔ ہر سال جب عراق کا خراج آتا تو سیدنا عمر فاروقؓ دس ثقہ اور معتمد شخص کوفہ سے اور اسی قدر بصرہ سے طلب کرتے تھے، حضرت عمرؓ ان کو چار دفعہ شرعی قسم دلاتے تھے کہ یہ مالگواری کسی ذمی پر ظلم کرکے تو نہیں لی گئی ہے۔

یہ چند واقعات اختصار کے ساتھ تحریر کئے ہیں، ویسے تو سیدنا عمرؓ کا پورا دور خلافت ایسے واقعات سے بھرا ہوا ہے۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس زمانے میں بھی ہمارے لئے فاروق جیسا حکمراں پیدا فرمائے، آمین ثم آمین۔ ●●

بقیہ......شرک ایک عظیم گناہ

بعثت محمدی کے بعد ہر طرف سے اس عقیدہ توحید کی صدائے بازگشت آنے لگی، دنیا کے سارے فلسفوں اور افکار و خیالات کا اس پر کم وبیش اثر پڑا، وہ بڑے بڑے مذاہب جن کے رگ وریشہ میں شرک اور تعدد الٰہ کا عقیدہ رچ بس گیا تھا، کسی نہ کسی لے میں یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوئے کہ خدا ایک ہے، وہ اپنے مشرکانہ عقیدوں کی تاویل پر مجبور ہوئے اور ان کی ایسی فلسفیانہ تشریح کرنے لگے جس سے ان پر شرک وبت پرستی کا الزام نہ آئے اور وہ اسلامی عقیدۂ توحید کے کچھ نہ کچھ ملتا ہوا نظر آئے۔ ان کو شرک کا اقرار کرنے میں شرم اور جھجک محسوس ہونے لگی اور سارے مشرکانہ نظام فکر واعتقاد، احساس کمتری (Inferiority Cimplex) میں مبتلا ہوئے، اس محسن اعظم کا احسان اعظم یہ ہے کہ اس نے توحید کی نعمت دنیا کو عطا کی۔ (نبی رحمت۔ صفحہ ۶۱۷) ●●

شرک

ایک عظیم گناہ

مطیع الرحمٰن عوف ندوی

شرک کی مذمت اور توحید کی عمومیت کے سلسلہ میں بے شمار آیتیں نازل ہوئیں ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو شرک سے باز رہنے اور وحدانیت کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایک آیت میں ارشاد خداوندی ہے!

قل یا اھل الکتاب تعالوا إلی کلمة سواء بیننا وبینکم، ان لا نعبد الا اللہ، ولا نشرك به شیئا، ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا، فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔ (آل عمران: ۱۸)

ترجمہ: کہو اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے کہ نہ بندگی کریں مگر اللہ کی اور نہ مستحق ٹھہرائیں اس کا کسی چیز کو اور نہ بنائیں کسی دوسرے کو اس کے سوا رب، پس اگر وہ اس سے منہ موڑیں تو کہہ دو کہ ہم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

اسلام کی آمد سے قبل عربوں کے اندر بھی شرک کی مختلف قسمیں پائی جاتی تھیں، وہ وحدانیت کے تو قائل تھے، کہ خدا ایک ہے لیکن وہ اس کے ساتھ بعض چیزوں میں غیروں کو شریک ٹھہراتے تھے، خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی صفات میں کسی کو شریک سمجھنا ایک کھلا ہوا کفر ہے، قرآن مجید نے انہیں اس پر سخت تنبیہ کی، فرمایا:

قل من یرزقکم من السماء والارض امّن یملك السمع والابصار ومن یخرج الحی من المیت ومن یخرج المیت من الحی ومن یدبر الأمر، فسیقولون اللہ، فقل افلا تتقون فذلکم اللہ ربکم الحق، فماذا بعد الحق الا الضلال، فانی تصرفون۔(یونس: ۳۱۔۳۲)

ترجمہ پوچھو، کون تم کو روزی دیتا ہے آسمان سے اور زمین سے؟ یا کون قدرت رکھتا ہے کان پر اور آنکھوں پر؟ اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے؟ اور کون عالم کا انتظام کرتا ہے؟ جواب دیں گے اللہ، تمہارا حقیقی مالک ہے تو اس مالک حقیقی کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے تو کہاں کھوئے جا رہے ہو۔

قرآن مجید نے ہر طرح کے شرک کی مذمت کی، اور اس کو کھول کھول کر بیان کیا، دنیا کے اندر جتنے بھی لوگ بستے ہیں اور شرک کی جو بھی قسمیں رائج ہیں، قرآن مجید نے مستقل آیات میں ان کی تردید کی، مثلاً اس نے کواکب پرستی کو کھل کر مذمت کی، ملائکہ پرستی، آتش پرستی، جن پرستی، اور آباء پرستی کے سلسلے میں متعدد آیتوں کے ذریعہ شرک کی خباثت ورزالت کو آشکارا کیا، حتی کہ مشرکین اور شرک کی حمایت کو بھی ناپسند اور ناقابل قبول عمل قرار دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی توحید کے پیغام کو لیکر آئے تھے، اس لئے مدینہ سے باہر بھیجے جانے والے وفود اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات میں جو چیز سر فہرست اور اول نمبر پر ہوتی تھی وہ یہی توحید کو اختیار کرنے اور شرک کو چھوڑنے کی دعوت ہوتی تھی، انہوں نے اس زمانے کے فرمارواؤں اور سلاطین کے پاس اسی توحید کی دعوت دی، اس لئے کہ اس زمانہ میں عیسائی مذہب بھی خالص نہ رہا تھا اور عیسائیت اختیار کئے ہوئے لوگ بھی شرک سے خالی نہ تھے۔

جن سلاطین کے پاس خطوط روانہ کئے گئے ان میں روم، ایران، حبشہ اور مصر کے بادشاہوں کے نام قابل ذکر ہیں۔

رومی شہنشاہ ہرقل کو آپ نے اپنا مکتوب وحیہ الکلبی کے ہاتھ ارسال فرمایا اور انہوں نے بُصریٰ کے رئیس اور سردار کے ذریعہ اس مکتوب گرامی کو ہرقل تک بھجوادیا، اس میں یہ آیت بھی تحریر تھی۔

"تعالوا إلی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ، فان

تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔"

ترجمہ: اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے، وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پوجیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو (خدا کو چھوڑ کر) خدا نہ بنائے، اور تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں۔

خسرو پرویز کے نام آپ نے حسب ذیل خط بھیجا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من محمد رسول اللہ إلی کسریٰ عظیم فارس، سلام علی من اتبع الھدیٰ، وآمن باللہ ورسوله وشھد ان لا الہ الا اللہ وإنی رسول اللہ إلی الناس کافة لینذر من کان حیا۔

ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد پیغمبر خدا کی طرف سے کسریٰ رئیس فارس کے نام، سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو ہو اور اللہ اور اس کی رسول پر ایمان لائے۔ اور یہ گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے اور یہ کہ خدا نے مجھ کو تمام دنیا کا پیغمبر مقرر کر کے بھیجا ہے تا کہ وہ ہر زندہ شخص کو خدا کا خوف دلائے۔

نجاشی بادشاہ حبشہ کے نام خط میں یہ الفاظ تحریر کئے۔

وانی ادعوك الی اللہ وحدہ لا شریك له والموالاة علی طاعته وان تبتعنی وتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ۔

ترجمہ: میں تم کو دعوت دیتا ہوں کہ اللہ پر ایمان لانے کی جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی طاعت، موالات کی اور یہ کہ تم میری اتباع کرو اور جو کچھ میرے اوپر وحی آتی ہے اس پر ایمان لاؤ، بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔

قبطیوں کے سردار اور بادشاہ مقوقس کے نام خط میں بھی سورہ آل عمران کی آیت ۱۸ درج کی جس میں شرک سے گریز اور وحدانیت کی دعوت موجود ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم انسانیت پر جو بے شمار احسانات ہیں ان میں یہ ایک بہت بڑا احسان ہے عقیدہ توحید کی دعوت، آپ نے ان حالات میں بھی جب مکہ مکرمہ کی زمین ان کے لئے تنگ کردی گئی اور طرح طرح سے آپ کو تکلیفیں پہونچائی گئیں۔ شرک کی مخالفت اور وحدانیت کی دعوت سے سرمو انحراف نہ کیا، اسی کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نبی رحمت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"آپ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو عقیدۂ توحید کی نعمت عطا فرمائی اس سے زیادہ انقلاب انگیز حیات بخش وعہد آفریں اور معجزنما عقیدہ دنیا کو نہ پہلے کبھی ملا ہے اور نہ قیامت تک کبھی مل سکتا ہے، یہ انسان جس کو شاعری، فلسفہ اور سیاست میں بڑے بڑے دعوے ہیں، اور جس نے قوموں ملکوں کو بارہا غلام بنایا عناصر اربعہ پر اپنی حکومت چلائی۔ پتھر میں پھول کھلائے اور پہاڑوں کا جگر کاٹ کر دریا بہائے اور جس نے کبھی کبھی خدائی کا بھی دعویٰ کیا، یہ اپنے سے کہیں زیادہ مجبور ورذیل، بے حس وحرکت، بے جان ومردہ اور بعض اوقات خود اپنی ساختہ پرداختہ چیزوں کے سامنے جھکتا تھا، ان سے ڈرتا اور ان سے خوشامد کرتا تھا، یہ پہاڑوں، دریاؤں، درختوں، جانوروں ارواح وشیاطین اور مظاہر قدرت ہی کے سامنے نہیں بلکہ کیڑوں کوڑوں تک کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا اور اس کی پوری زندگی انہیں سے خوف وامید اور انہیں خطرات میں بسر ہوتی تھی، جس کا نتیجہ بزدلی، ذہنی انتشار وہم پرستی اور بے اعتمادی تھا، آپ نے اس کو ایسے خالص، بے آمیز، سہل الفہم حیات بخش عقیدہ توحید کی تعلیم دی جس سے وہ خدا کے سوا جو خالق کائنات ہے ہر ایک سے آزاد، نڈر اور بے فکر ہوگیا، اس میں ایک نئی قوت نیا حوصلہ، نئی شجاعت اور نئی وحدت پیدا ہوئی، اس نے صرف خدا کو کارساز حقیقی، حاجت مطلق او رنافع وضار سمجھنا شروع کیا، اسی نئی دریافت اور یافت سے اس کی دنیا بدل گئی وہ ہر قسم کی غلامی وعبودیت اور ہر طرح کے بے جا خوف ورجا اور ہر طرح کے تشتت وانتشار سے محفوظ ہوگیا۔ اس کو کثرت میں وحدت نظر آنے لگی، وہ اپنے کو ساری مخلوقات سے افضل، ساری دنیا کا سردار ومنتظم اور صرف خدا کا محکوم اور فرمانبردار سمجھنے لگا، اس کا لازمی نتیجہ انسانی عظمت وشرف کا قیام تھا جس سے پوری دنیا محروم ہوچکی تھی۔

باقی صفحہ ۱۳ پر

شفیق الرحمٰن گیلانی

اچھے کاموں کی تلقین

آج کل دنیا میں گناہ اور جرائم کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ لوگ دھڑا دھڑ جرم کرتے ہیں اور پھر اس جرم کا اقبال بھی نہیں کرتے کیوں؟ اس لئے کہ ہم لوگ اسلام کو بھول چکے ہیں۔ جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں احکام بتائے تھے۔ ہم انہیں بھلا کر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔ مثلاً بہت سے لوگ سود، رشوت، جھوٹ بولنا، خودغرضی، غیبت، چغل خوری، بہتان طرازی، افواہ پھیلانا، جوا، شراب پینا اور دوسرے نہ جانے کتنے گناہوں میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کے متعلق فرمایا:

"سود کے ستر حصے ہیں اور ان میں سب سے چھوٹا گناہ یہ ہے کہ جیسے تم میں سے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔"

جھوٹ بولنا:

جھوٹ بولنا بھی عام ہو چکا ہے، یہ ایک منافق کی نشانی ہے کہ وہ باتیں کرتے وقت جھوٹ بولتا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے:

"من کثر کلامه کثر خطائوه"

جس شخص کی جتنی زیادہ باتیں ہوں گی اتنی ہی اس کی خطائیں اور گناہ ہوں گے۔"

ایک مرتبہ فرمایا:

"الصدق ينجي والكذب يهلك"

"سچائی" آدمی کو نجات دلاتی ہے اور جھوٹ اسے ہلاک کرتا ہے۔"

ایک مرتبہ خودغرضی کے بارے میں فرمایا:

وہ مسلمان نہیں۔" نیز فرمایا:

"لا يومن احدكم حتى يحب لاخيه ما يحب لنفسه"

ترجمہ: "تم میں سے وہ شخص مومن نہیں، یہاں تک کہ (اس کی یہ حالت ہو جائے کہ) وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

یعنی اگر تم پسند کرتے ہو کہ میں سیب کھاؤں تو اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو، یعنی اسے بھی اپنے حصے سے سیب دے دو، اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اس مصیبت سے بچ جاؤں، تو اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کریں۔ یعنی اگر وہ بھی آپ جیسی کسی مصیبت میں پھنسا ہوا ہے تو اسے بھی اس مصیبت سے نکالیں۔ غرضیکہ خودغرضی کا مکمل خاتمہ کریں۔

غیبت کرنا:

بہت سے لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ دوسرے کی غیبت کرتے پھرتے ہیں۔ ادھر اس شخص کا کوئی عیب دیکھا اور ادھر اس شخص کے اس عیب کا ذکر کسی دوسرے آدمی سے کر دیا تا کہ وہ لوگوں کے سامنے ذلیل وخوار ہو۔ یہی غیبت ہے اور بعض لوگ تو کسی کے ذمہ خواہ مخواہ کوئی نہ کوئی الزام دھرتے رہتے ہیں۔ خواہ اس نے وہ کام کیا ہو یا نہ کیا ہو، یہ بہتان طرازی ہے۔ حدیثوں میں اس کی تعریف یوں ہی آئی ہے۔ قرآن کریم نے غیبت کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف کہا ہے۔ قرآن پاک نے فرمایا:

ترجمہ: "کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ (یعنی غیبت کرے؟ یقیناً نہیں) وہ اس کو سخت ناپسند کرے گا۔"

اس لئے انگریزی میں اس کو بیک بائٹنگ کہتے ہیں۔ یعنی اس کے لفظی معنی بنتے ہیں:

"کسی کو اس کے پیٹھ پیچھے سے کاٹنا"

اور اس کے مرادی معنی "غیبت" کے ہیں۔ گویا "غیبت ہی سے مراد کسی مردہ بھائی کا گوشت کھانا ہے" کا ایک ثبوت انگریزی زبان سے بھی مل گیا۔

بہتان طرازی:

قرآن کریم میں بہتان طرازی کے متعلق بھی سخت عذاب کی وعید آئی ہے۔ اس جرم کے کرنے والوں کو سخت الفاظ سے ڈرایا ہے۔ لیکن پھر بھی لوگ ان جرائم کے ارتکاب سے باز نہیں آتے اور اگر ہم لوگ یہ جرائم کر کے اپنی غلطی مان لیں اور سمجھ لیں کہ ہم نے جرم کیا ہے، تو پھر کچھ بات بن سکتی ہے، جرم پر کچھ پردہ پوشی ہو سکتی ہے، سزا کچھ کم ہو سکتی ہے۔ ●●

کمال الدین

ماں کا حق

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ میرے بہترین تعلقات (احسان سلوک) کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں، پھر آپ سے پوچھا اس کے بعد، آپ نے فرمایا تیری ماں، تیسری مرتبہ پوچھا آپؐ نے فرمایا تیری ماں، اس کے بعد پوچھا تو آپؐ نے فرمایا تیرا باپ، پھر دوسرے رشتہ دار۔" (مشکوٰۃ)

اس حدیث شریف کی وجہ سے بعض علماء نے لکھا ہے کہ حسن سلوک اور احسان میں حضورؐ نے تین مرتبہ ماں کو بتا کر چوتھی مرتبہ باپ کا حق فرمایا اس کی وجہ علماء یہ بتاتے ہیں کہ اولاد کے لئے ماں زیادہ مشقتیں برداشت کرتی ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے اس کی وضاحت کی ہے کہ احسان اور سلوک میں ماں کا حق باپ پر مقدم ہے اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ وہ اپنی ناداری کی وجہ سے دونوں کے ساتھ سلوک نہیں کر سکتا، تو ماں کے ساتھ سلوک کرنا مقدم ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ عورت ہونے کی وجہ سے ماں احسان کی زیادہ محتاج ہوتی ہے اور ان دونوں کے بعد دوسرے رشتہ دار ہیں جس کی قرابت جتنی قریب ہوگی اتنا ہی مقدم ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ: "اپنی ماں کے ساتھ حسن سلوک کی ابتداء کرو، اس کے بعد باپ کے ساتھ، پھر بہن کے ساتھ، پھر بھائی کے ساتھ اور اپنے پڑوسیوں اور حاجت مندوں کو بھی نہ بھولنا۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: مجھے کوئی حکم دیں تا کہ تعمیل ارشاد کروں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اپنی ماں کے ساتھ احسان کرو، دوسری اور تیسری مرتبہ کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ باپ کے ساتھ احسان کرو۔ (درمنثور)

ایک حدیث میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جس میں یہ پائی جائیں تو حق تعالیٰ شانہ مرنے کے وقت کو اس پر آسان کر دیتا ہے اور جنت میں اس کو داخل کر دیتا ہے: ضعیف پر مہربانی، والدین پر شفقت اور ماتحتوں پر احسان۔ (مشکوٰۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت کی جائے تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔

قرآن پاک میں صراحت سے مذکور ہے کہ ہر شخص کا ایک وقت مقرر ہے جس میں ایک ساعت کی بھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اس وجہ سے درازی عمر کو بعض علماء نے وسعت رزق کی طرح سے برکت پر محمول فرمایا ہے کہ اس کے اوقات میں اس قدر برکت ہوتی ہے کہ جو کام دوسرے لوگ دنوں میں کرتے ہیں وہ گھنٹوں میں کر لیتا ہے اور جس کام کو دوسرے لوگ مہینوں میں کرتے ہیں وہ دنوں میں کر گزرتا ہے اور بعض علماء نے درازئ عمر سے اس کا ذکر خیر مراد لیا ہے کہ بہت دنوں تک اس کے کارناموں کے نشانات اور ذکر جاری رہتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی اولاد میں زیادتی ہوتی ہے، جس کا سلسلہ اس کے مرنے کے بعد دیر تک رہتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کا قول سچا اور ارشاد برحق ہے۔ اس کی اطلاع دی ہے تو صورت اس کی جو بھی ہو، اس کا حاصل ہونا یقینی ہے اور اللہ پاک کی ذات قادر مطلق اور مسبب الاسباب ہے اس کو اسباب پیدا کرنا کیا مشکل ہے وہ ہر چیز کا جس کو وہ کرنا چاہے ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ عقلاء کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں، اس لئے اس میں نہ کوئی اشکال ہے نہ کوئی مانع ہے۔

ایک حدیث میں حضرت علیؓ سے نقل کیا گیا کہ جو شخص ایک بات کا ذمہ لے لے، میں اس کے لئے چار باتوں کا ذمہ لیتا ہوں۔ جو شخص صلہ رحمی کرے اس کی عمر بھی ہوتی ہے، رشتہ دار اس سے محبت کرے ہیں، رزق میں اس کے وسعت ہوتی ہے اور جنت میں داخل ہوتا ہے۔ (کنز)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تین باتیں بالکل حق ہیں:

بقیہ صفحہ ۱۱ پر

دوسری فتح

ایک دفعہ کی بات

محترم اقبال احمد اعظمی

دنیا میں اس تیزی سے بات کی بات میں اسلام کے پھیل جانے اور مقبول ہونے کا اصل راز کیا ہے؟ کیا اسلام نے ہر جگہ تلوار استعمال کی؟ کیا مسلمانوں نے دنیا کو صرف طاقت کے زور پر حاصل کیا؟ اب علم کی ترقی نے اس غلط فہمی کو خود بے بنیاد قرار دے دیا ہے اور دنیا جانتی ہے کہ اسلام نے جس وقت جنم لیا، دنیاوی اعتبار سے وہ بالکل مفلس تھا اور اس کے پاس ظاہری کوئی سرمایہ موجود نہیں تھا اور پھر جس وقت اسے قوت نصیب ہوئی یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ طاقت کے استعمال نے اسے کوئی ترقی نہیں بخشی، اور مسلمان فوج قوت کے بل پر انسانوں کا دل جیتنے میں (جو غلبہ اور حکومت کا صحیح مفہوم ہے) ناکام رہی، اسلام کی بلندی صرف اس کے انسانیت نواز خدائی اصولوں کی صحیح اتباع میں ہے، ان اصولوں ہی میں وہ زور ہے جن کے صحیح استعمال اور اس کے اوپر استقامت نے اپنے پیروؤں کو عزت وقوت بخشی اور ظاہری غلبہ وشوکت کے اعتبار سے بھی آسمان ترقی پر پہنچا دیا۔ اور تجربے نے بتایا کہ جب کبھی مسلمانوں سے ان کا دامن چھوٹا وہ ناکام ہوئے اور آج بھی ان کے خسارے کا اصل سبب یہی اور صرف یہی اسلام کے اصولوں کا عدم اتباع ہے۔

سنہ ۹۳ھ میں جب بنوامیہ کے مشہور سپہ سالار قتیبہ بن مسلم باہلی نے خوارزم کو فتح کیا تو قائدانہ جوش جذبے کے ماتحت معا اسے خیال ہوا کہ سمرقند کو بھی کیوں نہ لیتے چلیں، چنانچہ ایک بڑی فوج لے کر بغیر اطلاع اور اعلان جنگ کے اچانک سمرقند پر حملہ کر دیا، پھر اگرچہ سمرقندیوں نے پوری قوت سے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی، ان کے ہزاروں فوجی مارے گئے اور آخرکار قتیبہ نے شاہی محل پر قبضہ کر کے اسلامی جھنڈا لہرا دیا۔

یہ سب کچھ ہوا مگر وہاں کے عوام اپنے حکمرانوں سے کسی طرح متفق نہ ہو سکے اور اندر ہی اندر اسلام و مسلمانوں کے خلاف ان کے دلوں میں آگ بھڑکتی رہی یہاں تک کہ وہ آگے قدم بڑھانے پر آمادہ ہو ہی گئے.......

واضح رہے کہ سمرقند کو قتیبہ بن مسلم نے سلیمان کے دور خلافت میں فتح کیا تھا درج ذیل کا واقعہ اس وقت پیش آیا جب سلیمان کے انتقال کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہو چکے تھے۔

سمرقند کے خوبصورت شہر پر بظاہر سکون طاری تھا لیکن اندر اندر لاوا پک رہا تھا۔ لوگ بغاوت پر تیار تھے۔ سمرقند کے پرانے معبدوں میں سازشوں کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک معزز اور باا‌ثر سمرقندی ہمت کر کے بڑے کاہن کے پاس چپکے سے آیا اور کہنے لگا۔

"اجازت دیجئے کہ ان حملہ آوروں کے خلاف بغاوت کی جائے" لیکن سفید بالوں والے کاہن نے نرمی سے کہا۔

"بیٹے گھبراؤ نہیں، ضرورت کے وقت لڑائی کا بھی تجربہ کرنا"۔ یقیناً جب آزادی نہیں تو زندگی لاحاصل ہے لیکن ملک کی فلاح اس وقت اس میں ہے کہ تدبیر سے کام لیا جائے اور طاقت کے استعمال سے حتی الوسع پرہیز کیا جائے کیونکہ ظاہری حالات میں اس کا نتیجہ ہماری کھلی ہوئی تباہی ہے۔ دیکھو ہم نے سنا ہے کہ ان دنوں مسلمانوں کے تخت خلافت پر ایک عادل بادشاہ بیٹھا ہے۔ اس کے پاس انصاف کے معاملے میں اپنے اور غیر کی کوئی تفریق نہیں، وہ ہر مظلوم کی سنتا اور حق والے کو اس کا حق دلاتا ہے۔ کیا اچھا ہو کہ تم ہمت کر کے سیدھے اسی کے پاس چلے جاؤ اور اس سے اپنا سارا حال زار سناؤ اور ہم اس کام کے لئے تمہارا انتخاب اس لئے کرتے ہیں کہ تم عربی زبان سے واقف ہو اور تم خود خلیفہ سے بات کر سکو گے۔ اچھا بس جاؤ، ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

سمرقندی کی خوشی کا کیا کہنا! ایسی بڑی سعادت اسے کبھی کاہے کو ملی ہوگی! وہ سمرقند کا باشندہ تھا جہاں معبد میں پہنچ جانا اور کاہنوں سے ہم کلام ہو جانا ہی دنیوی ودینی معراج تھی، پوری قوم کا دل ان ہی کے ہاتھوں میں تھا، وہی دراصل پوری قوم کے حکمراں اور ملک کے ارباب حل وعقد تھے۔ اٹھا، دمشق کی طرف روانہ ہو گیا۔ راہ میں طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہونا پڑا دریا وسمندر حائل ہوئے، خطرناک جنگلوں سے گذرنا پڑا، سامان رفت کی عدم موجودگی الگ رہی لیکن تعمیل کے لئے یہ شخص پورے عزم سے سب کا مقابلہ کرتا اور آخر ہزاروں میل کی سخت ودشوار گزار مسافت قطع کرتا ہوا دمشق پہنچ گیا۔

"رات کو ایک مسافر خانے میں قیام کیا، صبح اٹھتے ہی خلیفہ سے ملنے کی فکر ہوئی، خلیفہ کا محل تلاش کرتا ہوا نکل پڑا، دمشق آرٹ کا مرکز تھا، وہاں محلوں اور عالیشان عمارتوں کی کمی کہاں تھی؟ سمرقندی ہر اچھی عمارت کے پاس پہنچ کر رک جاتا اور سمجھتا کہ شاید خلیفہ کا محل یہی ہو لیکن مایوس ہو کر آگے بڑھ جاتا۔ آخر ایک مسجد کے دروازے پر پہنچا دیکھتا ہے کہ لوگ اس میں داخل ہو رہے ہیں کسی کے لئے روک ٹوک نہیں۔ اسے یقین ہو گیا کہ خلیفہ کا محل یہی ہے چنانچہ ہمت کر کے اس میں خود بھی داخل ہو گیا۔ خلیفہ تک کیسے رسائی ہو؟ کس سے پوچھے؟ اور کس سے اپنا مقصد بیان کرے؟ کچھ دیر اسی فکر میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ ایک صاحب اسے اجنبی اور مسافر سمجھ کر اس کی طرف بڑھے اور اس سے حال دریافت کرنے لگے، پھر ہر چند کہ سمرقندی اپنے اس مقصد کا تذکرہ کسی سے نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کی زبان سے یک بیک یہ جملہ نکل ہی گیا کہ "میں خلیفہ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

انہوں نے پوچھا

"کیا میں تمہیں خلیفہ کا مکان بتا دوں؟"

"کیا یہ خلیفہ کا گھر نہیں ہے؟"

سمرقندی نے جواب دیا۔

انہوں نے فرمایا:

"نہیں بھائی! یہ تو اللہ کا گھر مسجد ہے، وہاں کیا تم نے نماز نہیں پڑھی؟"

"نہیں میں نے نماز نہیں پڑھی اور میں نہیں جانتا کہ نماز کیا چیز ہے؟"

"تمہارا دین کیا ہے؟"

"جو سمرقند کے کاہنوں کا ہے میں بھی اسی پر ایمان رکھتا ہوں۔"

"اچھا ان کا دین کیا ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔"

"تمہارا رب کون ہے؟"

"خداوندان معبد"

"کیا تمہارے معبد کے معبود تمہاری کوئی حاجت روائی کر سکتے ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم"

اچھا آؤ تمہیں خلیفہ کا مکان بتا دوں"

یہ کہہ کر دونوں ساتھ مسجد سے نکلے، چند ہی قدم چلے تھے کہ ایک نہایت معمولی مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ یہ ہے خلیفہ کا مکان۔

سمرقندی حیرت میں پڑ گیا، وہ دمشق میں ایک سے ایک عالی شان عمارتیں دیکھ چکا تھا۔ اس کے ذہن میں خلیفہ کے محل کا نقشہ اس سے بہت کچھ مختلف تھا۔ اسے یقین نہیں آیا اور سمجھا کہ مجھے اجنبی سمجھ کر میرے ساتھ مذاق کیا جا رہا ہے اور اس وقت تو اسے اس بات کا یقین ہی ہو گیا جب اس نے گھر کے قریب جا کر دیکھا کہ ایک شخص گارا ہاتھ میں لئے مکان کی دیوار ٹھیک کر رہا ہے اور اس کی بیوی اندر آٹا گوندھ رہی ہے غصے میں بھر گیا اور اس شخص سے آ کر کہا "بھائی! جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ تمہیں مجھ غریب سے مذاق کرنا تھا تم نے تو خلیفہ کے بجائے مجھے کسی مزدور کا مکان بتا دیا!"

"نہیں نہیں، خدا کی قسم۔ یہ امیر المومنین کا گھر ہے، تمہیں اس کی سادگی اور بے رنگی دھوکے میں نہ ڈالے۔ تم یقین کرو کہ یہ چھوٹا سا مکان آج روئے زمین کے تمام عالی شان محلات سے کہیں بلند مرتبہ ہے اس لئے جاؤ اور بلا جھجک اپنی شکایت کہہ سناؤ۔ امیر المومنینؒ تمہاری بات سنیں گے اور جو کچھ وہ فیصلہ فرما دیں گے دنیا میں اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔"

سمرقندی وہاں سے روانہ ہوا اور امیر المومنینؒ کے پاس جا کر بولا!

"اے مسلمانوں کے بادشاہ! میں مظلوم ہوں، سمرقند سے آپ کے پاس ایک شکایت لے کر آیا ہوں۔ کئی سال ہوئے آپ سے پہلے خلیفہ کے زمانے میں قتیبہ بن مسلم نے ہمارے ملک پر اچانک حملہ کر دیا

اور ہمارے ملک پر قبضہ کرلیا تھا۔ ہماری قوم اس وقت سے سخت پریشان ہے۔ میں پوری سمرقندی قوم کی طرف سے آپ کے پاس انصاف کی درخواست لے کر آیا ہوں۔"

امیر المومنینؒ نے فرمایا:

"بیٹے! ظلم کسی طرح باقی نہیں رہ سکتا۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حالت میں بھی ہمیں ظلم کی اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلم اور غیر مسلم ہر انسان کے ساتھ عدل کو ہمارے ذمے واجب فرمایا ہے" اور پھر ایک چھوٹے سے کاغذ پر چند سطریں لکھیں اور مہر بند کرکے اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "جاؤ اور اپنے شہر کے حاکم کو میرا یہ پرچہ پہنچادو۔"

سمرقندی امیر المومنین کا یہ خط لے کر سمرقند واپس آیا اور عامل سمرقند کو لے جاکر دے دیا، اس میں حاکم کو یہ حکم دیا گیا تھا فوراً ایک قاضی مقرر کیا جائے جو سمرقند کے کاہنوں اور قتیبہ کے مابین مسئلے کا اسلامی اصولوں کے اعتبار سے جائزہ لے اور بے لاگ فیصلہ دے اور پھر قاضی کا جو بھی فیصلہ ہو اسے بلاتاخیر نافذ کردیا جائے۔"

حاکم شہر نے حکم کی تعمیل کی۔ ایک مسجد میں محاکمہ طے پایا اور شیخ جمیع بن حاضر الباجی اس کے قاضی مقرر ہوئے، چنانچہ جب محاکمہ کا دن آیا تو سمرقند کے گوشے گوشے سے لوگ جمع ہوئے۔ کاہن لوگ اپنے اپنے معبدوں سے باہر نکلے اور قتیبہ کے جانشین بھی حاضر ہوئے اور پھر سب قاضی کی آمد کا شدت سے انتظار کرنے لگے۔ ایک نہایت دبلے پتلے بدوی رنگ وروپ کے آدمی سر پر عمامہ باندھے ہوئے آئے اور قاضی کی جگہ بیٹھ گئے۔ کاہنوں کو ان کی یہ ہیئت دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی، پہلے تو انہیں یقین ہی نہیں آیا اور پھر سوچنے لگے، کیا یہ شخص امیر کے خلاف کوئی فیصلہ کرسکتا ہے؟ بھلا اس میں دم ہی کیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں! کہ اتنے میں قاضی کے غلام نے مسلمان امیر اور سب سے بڑے کاہن کو طلب کرلیا۔

وہ دونوں قاضی کے روبرو حاضر ہوئے اور محاکمہ شروع ہوگیا۔

قاضی نے کاہن سے مخاطب ہوکر کہا:

"تم اپنی شکایت بیان کرو۔"

"قتیبہ بن مسلم کسی اطلاع یا اسلام کی دعوت دیئے بغیر ہمارے ملک میں داخل ہوئے اور زبردستی اس پر قابض ہوگئے۔"

قاضی نے امیر سے پوچھا

"کیا یہ بات صحیح ہے؟"

امیر نے کہا

"جی ہاں ایسا ہی ہوا، مگر حضرت! یہ بات کتنی اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے ملک کو ہمارے ذریعہ اہل کفر کے قبضے سے نکال کر مسلمانوں کو اس کا وارث بنادیا۔"

"تو کیا تم نے اسلام کے قاعدے کے مطابق یہاں کے لوگوں کو پہلے اسلام کی دعوت دی اور جزیہ کی طرف بلایا تھا یا ان دونوں باتوں میں کسی ایک کے قبول نہ کرنے کے بعد پھر باقاعدہ اعلان کرکے جنگ شروع کی تھی؟" قاضی نے مزید وضاحتی سوال فرمایا۔

"نہیں ہم نے ایسا نہیں کیا" امیر نے جواب دیا۔

قاضی نے غیظ وغضب بھرے لہجے میں فرمایا:

"بھائی! تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت مسلمہ کی ہمیشہ اور ہر موقع پر مدد فرمائی اور تم جانتے ہو کہ اللہ کی خاص نظر رحمت اس امت کے اوپر کس وجہ سے ہے؟ اس لئے اور صرف اس وجہ سے ہے کہ اس نے حق کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اس امت نے اپنے دین کی اتباع کو اپنا لائحہ عمل بنایا اور دھوکا بازی یا خلاف انسانیت وشرافت ہر ادنیٰ حرکت سے ہمیشہ پرہیز کرتی رہی خدا کی قسم ہم اپنے گھروں سے "اللہ کی راہ میں" جہاد کرنے کے لئے نکلتے ہیں، ہمارا مقصد صرف اپنی سلطنت کا وسیع کرنا اور ناحق دوسروں پر غلبہ حاصل کرنا ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ جاؤ، میرا فیصلہ یہ ہے کہ مسلمان فوراً سمرقند چھوڑ دیں اور شہر کو سمرقندیوں کے حوالے کردیں۔"

یہ خبر پورے سمرقند میں بجلی کی طرح دوڑ گئی اور چند ہی گھنٹے گزرے ہوں گے کہ آوازیں شہر کی فضا میں گونجنے لگیں، اسلامی جھنڈے ادھر ادھر نظر آنے لگے اور معلوم ہوا کہ قاضی کا فیصلہ نافذ ہوگیا اور اسلامی لشکر شہر چھوڑ رہا ہے۔

نگاہیں خیرہ اور ذہن پریشان ہیں۔ ایسا نہ کبھی دیکھا نہ سنا، ایک ایسا زبردست لشکر جو مدینے سے چل کر ملکوں کو فتح کرتا ہوا سمرقند پہنچ گیا اور کوئی طاقت اسے روک نہ سکی، جس عظیم لشکر نے کسریٰ وقیصر اور

خاقان کی عظیم سلطنتوں کو خاک میں ملادیا اور دنیا کی تمام طاقتیں مل کر بھی اس سے کچھ چھین نہ سکیں اور آج وہ اپنے دین اور اللہ کے نام پر صرف ایک معمولی آدمی کے کہنے سے اتنی بڑی حکومت کو ازخود خیرباد کہہ رہا ہے، آخر یہ کون لوگ ہیں، ان کی بلندی کا مقام کیا ہے؟ یہ کیوں کر غالب ہوئے؟ دنیا ان کے قدموں تلے کیسے آئی؟.... زور کی وجہ سے؟ کیا ان کے پاس فوجی طاقت زیادہ تھی؟ کیا ان کے پاس فوجی ماہرین اور اچھے اسباب جنگ تھے؟ نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ قیصر کی طاقتیں ان سے کہیں زیادہ تھیں، بے شک یہ خدائی ہے..... اس کا غلبہ محض اس کے دین کی وجہ سے ہے، پھر ان کا دین یقیناً وہی دنیا کا عظیم ترین دین ہے اور بے شک صرف وہی...... ہے اس کی تقلید کی جائے، سمرقندی کاہنوں کے دل میں اسلام کا نور جاگ اٹھا اور اللہ کا فیصلہ یہ ہوا کہ آج یہ عظیم ملک اسلام کے اس بلند کردار عدل اور خداپرستی کی قوت سے فتح ہو، سمرقندیوں میں سے سب سے بڑا کاہن اٹھا اور اعلان کرکے کہا کہ اس دین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

سمرقندی جو بہت پہلے دمشق ہی میں مسلمان ہوگیا تھا لیکن معبودوں کی وجہ سے اب تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھا، بول اٹھا! "اما انا فلقد شهدت انه لااله الا الله" میں تو مسلمان ہو چکا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

کاہن نے کہا: وانا اشهد (میں بھی مسلمان ہوگیا اور گواہی دیتا ہوں) پھر کیا تھا آن کی آن میں سارا سمرقند مسلمان ہوگیا اور پورا شہر اللہ اکبر کی صداؤں سے گونج اٹھا اور اب اسلامی لشکر دوبارہ اپنے مسلم ملک میں اس طرح داخل ہوا کہ "لم يبق حاكم ولا محكوم ولا غالب ولا مغلوب صار الجميع اخوة فی الله لا فضل لعربی علی عجمی ولا لقوی علی ضعيف، الا بالتقوىٰ والصلاح"

مولانا محمد طاسین

وطن دوستی

حب وطنی کے متعلق، اسلام کا جو رویہ ہے اس پر بحث کرنے سے پہلے، یہ عرض کردینا مناسب ہوگا کہ اس موضوع پر جب گفتگو ہوتی ہے تو اچھے خاصے تعلیم یافتہ لوگ، اس کی تائید میں فوراً ایک مزعومہ حدیث: ''حب الوطن من الایمان'' پیش کردیتے ہیں ناواقفیت کی بنا پر اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمہ حدیث سمجھتے ہیں، حالانکہ محدثین کرام کے نزدیک یہ کوءی حدیث نہیں بلکہ بعض کے نزدیک موضوع ہے یعنی کسی نے خود گڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیا ہے، علامہ صاغانی کی اس کے متعلق یہی تحقیق ہے، بعض کے نزدیک یہ دراصل سلف میں سے کسی کا قول ہے جسے غلطی سے حدیث سمجھ لیا گیا ہے، علامہ سخاوی اور علامہ زرکشی نے اس کے بارے میں اپنی ناواقفیت اور اپنی عدم آگہی کا اظہار کیا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ حدیث نبویؐ کے مستند مجموعوں میں کہیں اس کا ذکر نہیں اور کسی نے اس کا باقاعدہ سند کے ساتھ روایت نہیں کیا، بعض نے کہا کہ پہلے تو یہ حدیث ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو اس میں لفظ ''وطن'' کی مراد متعین کرنے میں کئی احتمالات ہیں ہوسکتا ہے کہ وطن سے مراد مکہ مکرمہ یا جنت یا صوفیہ کے مذاق کے مطابق رجوع الی اللہ ہو جو دراصل حقیقی مبداء ومعاد ہے کیونکہ وطن کے یہ تینوں معنے ایسے ہیں جن کی محبت جز وایمان بن سکتی ہے، بہر حال اس کو ایک حدیث کی حیثیت سے عام حب الوطنی کی تائید میں پیش کرنا علمائے حدیث کے نزدیک صحیح نہیں اور وطن پرستی کو جز وایمان قرار دینے کے لئے بھی اس سے استدلال درست نہیں جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے۔

جہاں تک وطن کی محبت اور دوستی کا تعلق ہے جز وایمان ہونے یا نہ ہونے کی بحث سے الگ اسلام کے نزدیک یہ ایک صحیح جذبہ ہے۔ علامہ سخاویؒ نے المقاصد الحسنہ میں ملا علی قاریؒ نے الموضوعات الکبیر میں اس کی صحت پر قرآن وحدیث کے کچھ دلائل بھی پیش کئے ہیں، جن میں ایک قرآن مجید کی یہ آیت بھی ہے:

ترجمہ: ''ایسا کیونکر ہوسکتا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم اپنے گھروں سے نکالے جاچکے ہیں۔'' (البقرۃ)

اس آیت میں وطن سے نکال دیئے جانے کو بھی دشمن کے ساتھ لڑنے کے لئے ایک وجہ جواز کے طور پر یہاں پیش کیا گیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ لڑائی اسی چیز کے لئے کی جاتی ہے جو عزیز اور محبوب ہو لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے نزدیک وطن سے دوستی اور محبت ایک اچھی چیز ہے۔ اگر یہ استدلال صحیح ہے تو اس سلسلہ میں ایک یہ آیت بھی پیش کی جاسکتی ہے:

ترجمہ: ''سوائے اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے روکا ہے جو دین کی بنا پر تم سے لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور نکالنے میں دوسروں کی مدد کی۔'' (ممتحنہ)

اس آیت میں بھی چونکہ وطن سے نکال دیئے جانے کو ترک موالات کا ایک مستقل سبب قرار دیا گیا لہٰذا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کی نظر میں وطن کی کس قدر اہمیت ہے اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وطن دوستی ایک صحیح چیز ہے۔

ان آیات کے علاوہ محبت وطن کے صحیح اور پسندیدہ جذبہ ہونے کے متعلق اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جسے مفسرین قرآن مجید کی آیت ''ان الذی فرض علیك القرآن لرآدك الی معاد'' کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں، تفسیر روح المعانی میں ہے:

''کئی راویوں سے مروی ہے کہ آیت مقام جحفہ میں اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے نکلے اور آپؐ کے دل میں مکہ کی طرف اشتیاق پیدا ہوا۔''

یعنی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جاتے ہوئے راستہ میں جحفہ کے مقام پر پہنچے تو آپؐ کے اندر اپنے پیدائشی وطن مکہ مکرمہ کی طرف کشش اور شدید اشتیاق کی کیفیت پیدا ہوئی اور وطن مالوف سے جدائی پر رنج ہوا تو اس وقت آیت مذکورہ نال ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے:

''جس اللہ نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو ضرور معاد کی طرف لوٹائے گا''۔

معاد سے مفسرین نے مذکورہ روایت کے پیش نظر مکہ معظمہ مراد لیا ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دلایا گیا کہ آگے چل کر اللہ تعالیٰ ضرور ایسے حالات پیدا فرمائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وطن مالوف مکہ مکرمہ کی طرف لوٹیں گے، غرض کہ مذکورہ حدیث اور اس کی بنا پر کی گئی تفسیر سے صاف ظاہر ہے کہ اپنے وطن سے انس ومحبت ہونا ایک صحیح اور اچھی چیز ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر یہ چیز پیدا نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس کی تائید اور رعایت نہ فرماتے۔

علامہ سخاویؒ وغیرہ نے اس سلسلہ میں ایک اور حدیث بھی پیش کی ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''زہری سے روایت ہے کہ حضرت اُصیل غفاری مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے اب تک حجاب کا حکم نہیں اترا تھا لہٰذا حضرت عائشہؓ نے ان سے پوچھا: مکہ کو کس حالت میں چھوڑ کر آرہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ایسی حالت میں جب کہ اس کے درخت اور ترکاری کے پودے سرسبز ہورہے تھے اور اس کے دروں کی کنکریاں چمک رہی تھیں اور گھاس کی کلیاں پھوٹ رہی تھیں اور سلم یعنی کیکر کے درخت پھیل رہے تھے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے اُصیل بس کرو مجھے رنج نہ پہنچاؤ اور دلوں کو بے قرار نہ کرو۔''

اس حدیث کے آخری الفاظ سے یہ واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیدائشی وطن مکہ سے ایک طرح کی الفت ومحبت تھی اسی وجہ سے اس کے ذکر سے آپ کو ایسا رنج وقلق ہوتا تھا جیسا کہ کسی بچھڑے ہوئے محبوب کے ذکر سے ایک محبوب کو ہوتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ وطن سے محبت کرنا ایک صحیح اور اچھی چیز ہے۔

علاوہ ازیں یہ ایک امر واقعہ ہے کہ ایک انسان جس خطۂ زمین اور جس علاقے اور وطن میں پیدا ہوتا، نشو ونما پاتا اور عمر کے مختلف مراحل طے کرتا ہے اس کی ہر ہر چیز سے اسے ایک طرح کا لگاؤ اور انس قائم ہوجاتا ہے، وہ محض یہی نہیں کہ اس میں بسنے والے انسانوں ان کے طرز بود وباش، ان کی مخصوص بولی اور طرز تکلم، ان کی خاص غذا وخوارک ان کے لباس وپوشاک اور میل جول کے طور طریقوں اور تمام اوضاع واطوار سے خوش ہوتا ہے بلکہ اس کے جغرافیائی ماحول اور طبعی حالات اور خاص حیوانات اور پرندوں تک سے مانوس ہوجاتا ہے، شاید اس کی ایک وجہ یہ ہو کہ دراصل ان تمام چیزوں کا اس کے تحفظ وبقا اور اس کے دماغی وجسمانی نشو ونما میں بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر ضرور عمل دخل ہوتا ہے وہ اپنے گردوپیش کی تمام چیزوں سے شعوری وغیر شعوری اور ارادی وغیر ارادی طور پر ضرور مستفید اور متمتع ہوتا ہے اور ان کے اثرات اس کے دل ودماغ اور ذہن وتحت الشعور پر گہرائی اور پختگی کے ساتھ قائم ووابستہ ہوتے ہیں، لہٰذا یہ ایک بالکل فطری اور طبعی امر ہے کہ انسان کو اپنے تمدنی اور طبعی ماحول سے انس ومحبت ہو اور وہ اس کی اصلاح وتعمیر اور خیر خواہی اور بھلائی کے لئے کوشش کرے۔

اسلام چونکہ ایک دین فطرت ہے وہ انسان کے فطری تقاضوں کو مٹاتا اور دباتا نہیں اور نہ ان کو نظر انداز کرتا ہے بلکہ ان کا تحفظ اور ان کی تسکین کے لئے صحیح حدود مقرر کرتا ہے تاکہ ان کے درمیان تصادم اور ٹکراؤ پیدا نہ ہو بنابریں وہ حب الوطنی کے فطری جذبہ کی حمایت اور تائید کرتا اور اسے اپنے مخصوص رنگ میں رنگتا ہے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے وطن اور اہل وطن کی ہمدردی اور خیر خواہی کو ضروری ٹھہراتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ چونکہ اسلام ایک عالمگیر انسانی دین بھی ہے وہ اپنی تعلیمات میں کسی مخصوص وطن میں رہنے والے انسانوں ہی کی محدود مفاد کو مد نظر نہیں رکھتا بلکہ کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں

کے مفاد کو سامنے رکھتا اور سب کی بھلائی وبہتری چاہتا ہے وہ اس دنیا میں ایک ایسا عالمگیر انسانی معاشرہ قائم کرنا چاہتا ہے، جس کے ہر فرد کو دوسرے فرد کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی ہو اور ہر فرد دوسرے فرد کے ساتھ عدل واحسان کا برتاؤ کرے کیونکہ اس کے بغیر کسی فرد بشر کو اس دنیا میں وہ پائیدار اور مسلسل امن واطمینان کی زندگی میسر نہیں آسکتی جس کی ہر انسان کے اندر فطری طور پر طلب وخواہش پائی جاتی ہے اور جس کے میسر آجانے کا نام ہی دراصل فرد کی فوز وفلاح اور کامیابی وکامرانی ہے۔

اسلام وطن دوستی کے جذبہ اور اس کے تقاضوں کو صرف اسی حد تک صحیح مانتا ہے جس حد تک کہ وہ اس کے مجوزہ عالمگیر انسانی معاشرے کی راہ میں روکاوٹ نہ بنیں بلکہ اس کے لئے ممد ومعاون ثابت ہوں باالفاظ دیگر مطلب یہ کہ اسلام کے نزدیک وطنیت وقومیت کا وہ تصور بالکل غلط اور باطل ہے جو فرد سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ صرف اپنے ہی وطن اور اپنی ہی قوم کے مفاد کو منتہائے نظر اور مصلح نگاہ بنائے اور اس کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں اور کوششیں وقف کردے ہر اس چیز کو خیر ونیکی سمجھے جو اس کے وطن اور اس کی قوم کے لئے مفید ہو اور اس چیز کو شر اور بدی یقین کرے جو اس کے وطن اور قوم کے لئے مضر اور نقصان دہ ہو، اور یہ کہ اس کا بلند ترین مقصد اپنے وطن اور اپنی قوم کی برتری اور فوقیت ساری دنیا پر قائم کرنا ہو، کیونکہ وطنیت وقومیت کے اس تصور کی رو سے ہر وہ اقدام اور ہر وہ طرز عمل جائز ودرست قرار پاتا ہے جس سے اس خاص وطن اور قوم کو فائدہ پہنچ سکتا ہو، خواہ اس کے نتیجہ میں دوسرے اوطان واقوام کو کتنا ہی نقصان کیوں نہ اٹھانا پڑے، ظاہر ہے کہ اس منحوس تصور کے ہوتے ہوئے دنیا میں کبھی بھی پائیدار امن واطمینان کی فضا پیدا نہیں ہوسکتی اور اسلام چونکہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا میں پائیدار امن وسلامتی کی خوشگوار فضا پیدا ہو اور ہر انسان کی وہ تمام صلاحیتیں پوری طرح بروئے کار آئیں جو اس کو خلافت الٰہیہ کا مستحق ٹھہرانے کے لئے ضروری ہیں لہٰذا وہ وطنیت وقومیت کے مذکورہ تصور کو بالکل باطل وغلط قرار دیتا ہے کیونکہ اس کا لازمی نتیجہ جنگ وخونریزی، انسانی صلاحیتوں کا ضیاع اور نوع انسانی کی تباہی وبربادی ہے، جارحانہ وطن پرستی کا یہی تصور باطل ہے جس کو علامہ اقبال مرحوم نے تہذیب نو کا صنم اکبر اور اس کی پرستش کو بجا طور پر مذہب کا کفن قرار دیا ہے:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

خلاصہ یہ کہ اسلام وطن دوستی کا تو قائل ہے لیکن وطن پرستی کا قائل نہیں وہ ایسی حب الوطنی کا روادار ہے جو محدود ہو اور انسانیت دوستی کے ماتحت اور زیر اثر ہو، اس محبت وطن کا روادار نہیں جس کا نتیجہ دوسرے وطنوں سے نفرت ودشمنی کی شکل میں ظاہر ہوسکتا ہو، اس کے نزدیک حق وباطل اور خیر وشر کا معیار ہوسکتا ہو، اس کے نزدیک حق وباطل اور خیر وشر کا معیار کسی خاص وطن وقوم کا محدود مفاد نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کا وسیع مفاد ہے جس کا صحیح ترجمان وہ قانون الٰہی ہے جو قرآن مجید اور پیغمبر اسلامؑ کے ذریعے دنیا کو دیا گیا ہے۔

مقام افسوس ہے کہ بدنصیبی سے آج ان ممالک میں قومیت ووطنیت کی ملعون ومنحوس وباء پھیل رہی اور دن بدن زور پکڑ رہی ہے جو اسلام کے دعویدار اور علمبردار ہیں اور نہ صرف یہ کہ قیادت کی طرف سے اس کی کوئی روک تھام نہیں ہو رہی بلکہ حکومتی ذرائع سے اسے فروغ دیا جارہا ہے اور دعویٰ یہ ہے کہ ہم اسلامی معاشرہ وجود میں لانا چاہتے ہیں، اگر ہمارا یہ دعویٰ سچا ہے تو ہمیں فوراً اس غیر اسلامی تصور کو پھیلنے اور فروغ پانے سے روکنا چاہئے اس کے لئے سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ نصاب تعلیم ابتداء سے انتہا تک ایسا ہو کہ اس کے پڑھنے سے محدود حب الوطنی اور قوم دوستی کے ساتھ عالمگیر انسان دوستی کا بھی جذبہ پیدا ہوتا کہ آگے چل کر عالمگیر انسانی معاشرے کی تشکیل میں مدد مل سکے جو اسلام کا ایک عزیز نصب العین ہے۔

●●

آ گئے تھے بجلیوں کی زد میں جب سارا چمن
میں نے اپنے آشیانے کو مقابل کر دیا

محمد زبیر سلیمانی

وقت کی نصیحت

تہذیب نو کی الفت میں گرفتار نا سمجھ انسانوں کا فسانہ عبرت جنہیں اشک ندامت کے سوا کچھ نہیں ملا

کمرے کا پلستر کئی جگہوں سے اکھڑا ہوا تھا، دیواروں کے سیلے سوراخ لال بیگوں کا مسکن بن چکے تھے، ایک کونے میں ظہور حسین بستر پر لیٹے تھے، قریب ہی غلام فاطمہ اپنی ٹوٹی پھوٹی چارپائی پر بیٹھی تھیں۔ ستر سالہ ظہور حسین کی بینائی اس حد تک ضرور کام کرتی تھی کہ وہ کمرے میں داخل ہونے والے فرد کو سائے کے مانند دیکھ سکتے تھے۔ ساٹھ سالہ غلام فاطمہ کی بینائی قدرے بہتر تھی مگر کان بہرے ہو چکے تھے۔ دونوں اس کمرے میں اپنی زندگی کے آخر دن گن گن کر گزار رہے تھے۔ کمرے میں عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔

ان کے پوتوں اور پوتیوں کا کمرے میں داخلہ یکسر تو بند نہیں تھا مگر بہو نے بچوں کو یہ کہہ کر ڈرا رکھا تھا کہ دادا اور دادی کے کمرے میں ایک جن رہتا ہے جو چھوٹے بچوں کو اٹھا کر قبرستان لے جاکر انہیں پنجرے میں قید کردیتا ہے۔ بچوں نے جواب میں اپنی ماں سے یہ سوال ضرور کیا تھا کہ کوئی شہزادہ ان بچوں کو چھڑانے نہیں آتا؟ ماں نے جواباً میں سر ہلایا، لہٰذا بچے کمرے میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ البتہ ہر دوسرے یا تیسرے دن ان کا باپ یعنی ظہور دین اور غلام فاطمہ کا بیٹا منظور حسین جو کسی بینک میں افسر تھا، ان کے پاس آکر ان کے احوال دریافت کرتا پھر تھوڑی دیر بیٹھ کر واپسی کی راہ لیتا۔

دونوں کو تین وقت کا کھانا باقاعدگی سے ضرور ملتا جو گھر کا اکلوتا خادم دے جاتا تھا۔ کمرے میں مصلیٰ رکھا ہوا تھا اور وضو کے لئے ایک لوٹا بھی موجود تھا۔

شام کا وقت تھا۔ منظور حسین اپنے تینوں بچوں کو اسکو کا کام کرا رہا تھا۔ ٹیلی ویژن پر کرکٹ میچ لگا ہوا تھا جو منظور حسین کی بیوی سائرہ دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

”کتنے رن بن چکے ہیں؟“ منظور حسین نے ٹی وی کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”بائیس رن پر تین کھلاڑی آؤٹ ہو چکے ہیں۔“ وہ مایوسی سے بولی۔

”ابو! ہم بھی میچ دیکھیں گے۔“ وقار نے کتاب بند کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں ابو میچ دیکھنے دیں ناں!“ عائشہ نے التجا کی۔ منظور حسین نے مسکرا کر کتاب بند کردی اور انہیں میچ دیکھنے کی اجازت دے دی۔ تینوں بچے بھاگ کر ٹی وی کے سامنے جا بیٹھے اور منظور بھی میچ دیکھنے لگا۔

”پاکستانی ٹیم کا بھی جواب نہیں، بائیس پر تین آؤٹ!“ اس نے ہلکا سا تبصرہ کیا۔

”ماجد خاں ابھی تک موجود ہے اور آج تو فارم میں ہے۔“ سائرہ بولی۔

”ماجد خاں پہلے کبھی دباؤ میں نہیں کھیلا، ۲۵۰ رن کا ہدف ہے اور دس اوورں میں تین بہترین بلے باز آؤٹ ہو چکے ہیں۔ لگتا ہے پوری ٹیم مشکل ہی سے ڈیڑھ سو رن بنا پائے گی۔“ منظور حسین نے یہ کہہ کر گھڑی دیکھی پھر سائرہ سے مخاطب ہوا:

”آج کیا کھلا رہی ہو؟“

”کریلے پکائے ہیں اور ساتھ پلاؤ بھی ہے۔ کیا بھوک لگ رہی ہے؟“

”پہلے تو اتنی نہیں تھی مگر باورچی خانے سے آنے والی خوشبو اور پھر کریلوں کا سن کر خود بخود بھوک چمک اٹھی ہے۔“

”آدھا گھنٹہ صبر کریں، رمضو روٹیاں لے کر آتا ہی ہوگا۔ ویسے بھی سالن پکنے میں کچھ دیر باقی ہے۔“ یہ کہہ کر وہ دوبارہ سکرین کی طرف دیکھنے لگی جہاں ابھی ابھی ہارون الرشید نے لیگ سٹمپ پر جاتی ہوئی گیند کو ماہرانہ انداز میں باؤنڈری لائن سے باہر پھینکا تھا۔ مارشل اپنی گیند پر لگنے والے چھکے سے خاصا مایوس نظر آرہا تھا۔

”مارشل کی باؤلنگ بھی اب وہ نہیں رہی۔“ منظور حسین نے کہا۔

”ارے نہیں ابو، بال تو زبردست تھی

مگر سامنے بھی تو ہارون الرشید ہے۔'' وقار پیچھے مڑ کر دیکھتے ہوئے بولا۔

''ہاں ہارون الرشید کی کیا بات ہے۔'' یہ کہہ کر منظور حسین اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''آتا ہوں'' یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔ دراصل آج سارا دن اس نے مایوس باپ کی خبر نہیں لی تھی۔ اس لئے وہ ان کے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا۔ کمری میں بوڑھے ظہور دین چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ غلام فاطمہ اپنی پوٹلی کھول کر مختلف چیزیں الگ الگ رکھ رہی تھیں جن میں ایک عدد سرے دانی، لڈو کے چند دانے، ایک تسبیح اور دو تین غیر ضروری چیزیں تھیں۔

کمرے میں داخل ہونے والے سائے کو دیکھ کر ظہور حسین پہچان گئے کہ بیٹا آیا ہے۔

''کیا حال ہے ابا جان؟'' منظور حسین ساتھ والی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''ٹھیک ہوں بیٹا، بس جوڑوں کا درد بڑھ گیا ہے۔''

''ابا جان! یہ تو بڑھاپے کی بیماری ہے، اس عمر میں درد ہو جاتا ہے۔ اماں جان! آپ کیا کر رہی ہیں؟'' اس نے بلند آہنگی سے پوچھا۔

''بس پتر! کرنے کو کوئی کام نہیں ہوتا، تو نے خواہ مخواہ نوکر رکھا ہوا ہے، اتنی بھی بوڑھی نہیں ہوئی، گھر کے کام کاج کر ہی لیتی ہوں۔ پہلے بچے کبھی کبھار آ جاتے تھے مگر اب تو وہ بھی نہیں آتے، تو بھی دن بھر نظر نہیں آتا، نہ کیا کر اتنی محنت ذرا اپنی صحت کا بھی خیال رکھ، دیکھ کتنا کمزور ہو گیا ہے۔''

''اماں! مہنگائی بہت ہو گئی ہے،'' اس لئے محنت سے کام تو کرنے ہی پڑتے ہیں۔'' منظور ناک پر رومال رکھتے ہوئے بولا۔

''ہاں واقعی مہنگائی بہت ہو گئی ہے۔'' وہ بڑبڑانے والے انداز میں بولی۔ منظور حسین تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

''اچھا، میں چلتا ہوں، کوئی کام تو نہیں ہے؟'' وہ دونوں کی طرف باری باری دیکھتے ہوئے بولا۔

''ارے نہیں بیٹا ہمارے کون سے کام ہیں، بس ذرا سردی بڑھ گئی ہے۔ کل رضائی پر پانی گر گیا تھا مگر خیر...... یہ کہہ کر ظہور حسین کھانسنے لگے۔

''ابا جان! آپ بھی تو بستر پر لوٹا رکھ دیتے ہیں۔ آپ کو کچھ نظر نہیں آتا۔''

''منظور بیٹا ریڈیو کے سیل ختم ہو گئے ہیں، خبریں سننا ہوتی ہیں۔'' وہ ریڈیو اٹھاتے ہوئے بولے۔

''اب! آپ کی اللہ اللہ کرنے والی عمر ہے آپ خبریں سن کر کیا کریں گے؟'' اچھا خیر میں رمضو سے کہہ دوں گا وہ نئے سیل لا دے گا۔'' یہ کہہ کر منظور کمرے سے نکل گیا۔

''امی ابا کا کمرہ بہت خراب ہے۔''

''کھانا کھانے کے بعد منظور دانتوں میں خلال کرتے ہوئے بولا'' کیوں نہ ان کو ساتھ والا کمرہ دے دیں۔''

''ٹھیک ٹھاک تو ہے ان کا کمرہ، بس کہیں کہیں سے پلستر اکھڑا ہوا ہے۔ کسی روز مستری لے آئیں ٹھیک کر دے گا۔ ویسے ایک بات کہوں اگر آپ برا نہ مانیں۔'' سائرہ بائیں ہاتھ پر ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے بولی۔

''ہاں ہاں بولو کیا بات ہے؟''

''ماں باپ کی خدمت کرنا صرف آپ ہی کا فرض تو نہیں، آپ کے دو بھائی بھی ہیں، ماشاء اللہ اپنے اپنے گھروں میں رہتے ہیں۔ جواد حسین کا اپنا کاروبار ہے اور تنویر بھی اچھا خاصا کما لیتے ہیں۔''

''سائرہ بیگم! یہ تو اللہ تعالیٰ کی ہم پر مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں ماں باپ کی خدمت کرنے کی توفیق دی ہوئی ہے۔ ویسے بھی میں امی ابا کو منہ سے نہیں کہہ سکتا کہ باقی بیٹوں کے پاس رہیں، اچھا نہیں لگتا۔''

''میں یہ تو نہیں کہہ رہی کہ آپ خود امی ابا کو جانے کے لئے کہیں، بھائیوں سے بات کریں۔ انہیں بھی خدمت کر لینے دیں، ویسے بھی ماں باپ کی موجودگی سے گھر میں برکت ہوتی ہے۔''

''اچھا اچھا! میں بات کروں گا۔'' یہ کہہ کر منظور حسین اخبار پڑھنے لگے۔

تین چار دنوں بعد منظور کو کسی کام سے اپنے بھائی جواد حسین کے پاس جانا ہوا۔ شہر سے دور جواد حسین کا ایک پلاٹ تھا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔ منظور کا خیال تھا کہ یہ پلاٹ خرید کر اس پر مکان بنانا اور کرائے پر دے دینا چاہئے اس لئے وہ پلاٹ خریدنا چاہتا تھا۔ یہ سوچتے ہوئے منظور گاڑی میں بیٹھا اور سڑک پر آ گیا۔ دو تین کلو میٹر کے فاصلے

پر اس کے بہنوئی کی ورکشاپ تھی جسے اس کی اکلوتی بہن کا شوہر کامیابی سے چلا رہا تھا۔ منظور نے سوچا کار کی جانچ پرکھ اور صفائی بھی ہو جائے گی اور گپ شپ بھی، اس نے ورکشاپ کے سامنے گاڑی روک دی۔

''السلام علیکم! صدیق بھائی۔'' منظور سلام کرتے ہوئے بولا۔

''وعلیکم السلام! آؤ آؤ بیٹھو۔'' صدیق نے اس کا خیر مقدم کیا۔

''ضرور کار کی مرمت کرانی ہو گی ورنہ تمہارے پاس وقت کہاں۔''

''نہیں بھائی صاحب! میں تو جواد حسین کے پاس جا رہا تھا۔ وہ اپنا پلاٹ بیچ رہا ہے۔ میرے پاس کچھ رقم پڑی تھی سوچا میں لے لوں اور گاڑی بھی دکھاتا چلوں۔ سناؤ کام کیسا چل رہا ہے؟ بہن حمیدہ ٹھیک ہے ناں؟''

''اللہ کا شکر ہے۔'' صدیق مسکرا کر بولا پھر وہ اپنے ملازم سے مخاطب ہوا'' احمد نواز! چائے لاؤ اور واپس آ کر ان کی گاڑی بھی دیکھو۔''

احمد نواز ''جی اچھا'' کہتا ہوا باہر نکل گیا۔

''تمہاری بہن بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ جواد اور تنویر تو مہینے میں ایک آدھ بار چکر لگا لیتے ہیں مگر تم نہیں آتے۔ اب ایسی بھی کیا مصروفیت ہے کہ بھائی بہن کے گھر کو بھی بھول جائے۔''

''ہاں بات تو تمہاری درست ہے، کسی دن لاؤں گا تمہاری بھابی اور بچوں کو بھی۔'' منظور ٹانگ پر ٹانگ رکھتے ہوئے بولا۔

''چچا اور چچی کا کیا حال ہے؟'' صدیق نے سوال کیا۔

''ٹھیک ہیں، بس عمر کا تقاضا ہے اس لئے چھوٹی موٹی بیماریاں تو لگتی ہی رہتی ہیں۔''

''میرے بھولے بھائی! ستر سال مرد کے لئے کوئی ایسی عمر نہیں کہ وہ ضعیف ہو جائے۔ اس عمر کے لوگوں کو میں نے یونیورسٹیاں اور اخبار کے دفاتر چلاتے دیکھا ہے۔ چچی بھی بمشکل ساٹھ کے پیٹے میں ہیں۔ تمہارے والدین زیادہ بوڑھے تو نہیں ہو گئے۔ تم ان کی خدمت تو کر رہے ہو نا؟''

''بالکل! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت بخشی ہے کہ والدین کی خدمت کروں۔ ماں باپ اللہ کی رحمت ہیں۔ اس اولاد کی خوش نصیبی کے کیا کہنے جسے ماں باپ کی خدمت اور خاطر کا اعزاز اور امتیاز نصیب ہو جائے!......

''منظور حسین! تم واقعی خوش نصیب ہو۔ بزرگوں کے دم سے گھر پر اللہ کی رحمت برستی ہے۔ بوڑھے والدین کی دعاؤں اور مشوروں کی بدولت پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھتی ہیں اور اولاد پر کوئی ہراس طاری نہیں ہونے پاتا۔ دادا دادی کا پوتا پوتیوں سے کھیلنا، انہیں پیار کرنا اور اونچ نیچ کی باتیں سمجھانا، بڑا مسرت بخش عمل ہے۔ میں جب بھی کسی بزرگ کو ننھے شگفتہ بچوں کو کوئی نصیحت کرتے دیکھتا ہوں تو ایسا لگتا ہے جیسے ماضی مستقبل کو زندگی کے نشیب و فراز سے آگہی بخش رہا ہے۔

تم جانتے ہو، میرے گھر میں کتنا سکوت و سکون ہے۔ کبھی کسی بے چینی کی صدا نہیں اٹھی۔ کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا۔ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہ کہ میرے گھر پر آج بھی میرے ابا جان ہی کا حکم چلتا ہے۔ میں اور تمہاری بہن ان کی نصیحت اور مشوروں کو ادب سے سنتے ہیں، عمل کرتے اور آرام سے رہتے ہیں۔''

''ارے ہاں! اپنے بھائی جواد اور تنویر کی سناؤ۔ ان کا کیا حال ہے؟ وہ بھی چچا چچی سے ملنے آتے ہیں یا نہیں؟''

منظور نے جواب دیا'' آتے تو ہیں، مگر بہت کم! حالانکہ اماں اور ابا جان انہیں بہت یاد کرتے ہیں۔''

صدیق نے کہا'' تم کو چاہئے کہ جواد اور تنویر کو بھی ماں باپ کی خدمت کا احساس دلاؤ اور ان پر زور دو کہ وہ بھی والدین کی خدمت کے سلسلے میں اپنا حصہ اور فرض ادا کیا کریں۔''

منظور نے کہا'' میں اپنے بھائیوں سے یہ بات اپنے منہ سے نہیں کہنا چاہتا۔ انہیں تو خود ہی احساس ہونا چاہئے کہ آج کل مہنگائی کی ہوشربائیوں کا کیا عالم ہے۔ اس لئے انہیں بھی اپنے حصے کا فرض ادا کرنا چاہئے۔''

اسی دوران چائے آ گئی۔ دونوں نے پیالیوں میں چائے انڈیلی اور مزے سے چسکیاں لینے لگے۔

رات کو نو بجے کا وقت تھا، جنوری کا آخری ہفتہ چل رہا تھا، جیسے آدھی رات ہو گئی ہو۔ ظہور حسین نے اپنے کمرے ہی میں عشاء کی نماز ادا کی۔ جوڑوں کے درد کے باعث ان کے لئے چلنا اور مسجد تک جانا دوبھر تھا۔

"جواد کی ماں! کیا سوگئی ہو؟" انہوں نے مصلیٰ لپیٹتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

"کیا بات ہے؟" وہ کان کے پیچھے ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"اپنے مطلب کی بات فوراً سن لیتی ہو۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا سوگئی تھیں؟" ظہور حسین زور سے بولے۔

"جاگ رہی ہوں۔ کئی دن ہوگئے ہیں نہ جواد کو دیکھا ہے نہ تنویر کو اور حمیدہ نے بھی آنا چھوڑ دیا ہے۔"

ظہور حسین سردی لگ رہی ہے۔" غلام فاطمہ رضائی کے اندر اپنی ٹانگوں کو سمیٹتے ہوئے بولیں۔

"اب بیٹے کا خرچہ نہ کرادینا کہ نئی رضائی لادو یا ہیٹر لگا دو۔" ظہور حسین سمجھانے والے انداز میں بولے۔

"میرا دماغ خراب ہے، مجھے پتہ ہے کہ وہ کس طرح سے کما کر لاتا ہے..... میں تو پوتا پوتی کے لئے لڈو لاکر رکھتی تھی مگر آج کل وہ ادھر آتے ہی نہیں، پتہ نہیں بہو نے منع کردیا ہے یا خود ہی نہیں آتے۔"

"وہ تمہارے پاس آکر کیا کریں گے۔ یہاں نہ ٹی وی ہے نہ ان کی دلچسپی کا کوئی اور سامان ہے۔" ظہور حسین بستر پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"کیا دادا دادی کی محبت کے ذخیرے میں اتنی کشش بھی نہیں کہ وہ محض ہم سے ملنے ہی آجائیں؟"

یہ سن کر ظہور حسین کے چہرے کی لاتعداد جھریوں میں چند جھریوں کا اور اضافہ ہوگیا اور ہاتھوں کی کپکپاہٹ بڑھ گئی۔

"تم بھی کن باتوں کو لے بیٹھی ہو غلام فاطمہ! جب اولاد ہمیں یہاں ردی سامان کی طرح پھینک گئی ہے تو ان معصوموں کا کیا قصور ہے۔"

ظہور حسین بے جان آواز میں بولے۔

"میں بچوں سے مل نہ آؤں؟ دو دن ہوگئے ہیں منظور نے بھی چکر نہیں لگایا، کہیں بیمار نہ ہوگیا ہو۔" غلام فاطمہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ظہور حسین خاموش رہے۔

غلام فاطمہ بستر سے اٹھیں، پورے جسم کو شال سے ڈھانپا اور کمرے سے باہر نکل گئیں۔

باہر ٹھنڈی ہوا نے ان کا استقبال کیا۔ ہاتھوں میں لڈو تھامے وہ دھیرے دھیرے چلتے ہوئے باغیچے سے گزر کر اپنے بیٹے کے کمرے کے سامنے آگئیں۔ اندر سے ٹی وی چلنے کی آواز آرہی تھی۔ انہوں نے دروازے پر دستک دینے سے پہلے چند لمحوں کے لئے کچھ سوچا پھر ہولے ہولے دستک دی کہ کہیں زوردار آواز سے سائرہ ناراض نہ ہوجائے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دادی اماں کو دیکھتے ہی پوتے وقار کے چہرے پر بے تحاشا خوشی پھیل گئی، وہ دادی سے لپٹ گیا۔ صوفے پر بیٹھے منظور حسین نے مسکرا کر ماں کی طرف دیکھا، مگر سائرہ کے چہرے پر شکنوں کے کانٹے اگنے لگے اور وہ جھوٹی مسکراہٹ بکھیرنے میں کسی نہ کسی طرح کامیاب ہوگئی۔

"آؤ اماں! بیٹھو۔" منظور اپنی جگہ پر کھڑا ہوگیا۔ کمرے میں غلام فاطمہ کو گرمی کا احساس ہورہا تھا۔ کیونکہ وہاں دو دو ہیٹر جل رہے تھے۔

"اماں! مصروفیت بہت تھی اس لئے دو دن تک آپ کی خبر گیری نہیں کرسکا۔ آپ کے کمرے میں سردی تو نہیں؟"

"نہیں بیٹا ہمارا کمرہ بہت گرم ہے اور ویسے بھی ہم بوڑھے ہوگئے ہیں، پتہ نہیں کب بلاوا آجائے۔ منظور بیٹے! بہت کمزور ہوگئے ہو، مجھے تمہاری بہت فکر رہتی ہے۔ میں نے بادام اور چار مغز کا سفوف بنایا ہے لانا بھول گئی ہوں اور تین دن پہلے ساتھ والوں کے گھر میلاد پر گئی تھی، وہاں سے لڈو لے کر آئی ہوں۔ آج کل پوتا پوتی ہمارے کمرے میں آتے نہیں ورنہ میں یہاں نہ آتی۔"

منظور حسین نے ملامتی نظروں سے بیوی کی طرف دیکھا۔ غلام فاطمہ نے لڈو وقار، وقاص اور عائشہ کے ہاتھوں میں تھمادیئے۔ تینوں نے خوش ہوکر لڈو لئے اور ماں کی طرف دیکھا جیسے لڈو کھانے کی اجازت چاہتے ہوں۔ مگر ماں نے سر کے اشارے سے منع کردیا اور کہنے لگی "لڈو مجھے دے دو، صبح کو کھانا" یہ کہہ کر اس نے ان کے ہاتھوں سے لڈو لے لئے اور الماری میں رکھ دیئے۔

"وقار بیٹا! اتنی بری بات ہے دادا اور دادی جان کے پاس کیوں نہیں جاتے؟ دیکھو وہ کتنی سردی میں زحمت اٹھا کر تم سے ملنے آئی ہیں۔" منظور بچوں کو سرزنش کرتے ہوئے بولا۔"

"امی نے کہا ہے کہ دادا اور دادی کے کمرے میں جن رہتا ہے جو بچوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔" عائشہ نے معصومیت سے ماں کی بات اگل دی۔ منظور نے شعلہ بار نظروں سے بیوی کی طرف دیکھا مگر وہ نظریں ملتے ہی ٹی وی دیکھنے میں مصروف ہوگئی۔

"اماں جان! میں آپ کے لئے چائے بناتا ہوں۔"

منظور اٹھتے ہوئے بولا۔

"آپ بیٹھیں، میں بناتی ہوں۔" یہ کہہ کر سائرہ کمرے سے نکل گئی۔

"اماں! میں نے ابا جان کے لئے نئی رضائی بھجوادی ہے اور نئے سیل بھی! انہیں وقت آگہی برقرار رکھتا ہے۔ اس لئے خبریں سنتے ہیں۔ اس زمانے کا تو آٹھ جماعت پاس بھی آج کے بی اے پاس سے بہتر ہے۔" منظور بولا۔

"منظور بیٹے! تم اپنی صحت کا خیال رکھا کرو، دیکھو کیسی ہڈیاں نکل آئی ہیں۔ اتنا زیادہ کام کیوں کرتے ہو؟" ماں نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"اماں جان! مہنگائی اتنی ہوگئی ہے کہ جب تک سارا دن جم کر کام نہ کیا جائے گزارہ نہیں ہوتا۔ اب دیکھو اس مہینے پندرہ سو روپے بجلی کا بل آیا ہے اور ہزاروں روپے ٹیلی فون کا۔"

اتنے میں چائے آگئی۔ غلام فاطمہ چائے پیتے ہی واپس چلی گئی کیونکہ سائرہ نے بچوں کو ان کے کمروں میں بھیج دیا تھا اور منظور کو بھی جماہیاں آرہی تھیں۔

"سائرہ تم زیادتی کرجاتی ہو۔ ماں کے جانے کے بعد منظور بیوی سے مخاطب ہوا۔"

"کیا، کیا ہے میں نے؟" وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بولی۔

"تمہارے کہنے پر میں نے اپنے ماں باپ کو ایک بوسیدہ سی کوٹھری تک محدود کردیا، اب تم نے بچوں کو وہاں جانے سے منع کردیا ہے۔ تمہیں میرے والدین کے جذبات کا نہیں تو اپنے بچوں ہی کے جذبات کا خیال کرنا چاہئے۔"

میں نے آپ سے کبھی یہ نہیں کہا کہ انہیں ایک کمرے تک محدود کردیں، میں نے صرف یہ کہا تھا کہ امی ابا ہمارے ہر کام میں بے جا مداخلت کرتے ہیں جو کبھی کبھار ناگوار گزرتی ہے۔ بس میں نے تو اتنی سی بات کی تھی۔" وہ شانِ بے نیازی سے بولی۔

"میرے ساتھ زیادہ بحث نہ کرو۔"

یہ کہہ کر منظور نے ٹی وی بند کردیا اور کمرے سے نکل گیا۔

سخت سردی میں اپنے کمرے سے نکل کر پوتا پوتیوں اور بیٹے سے ملنا غلام فاطمہ کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ ڈبل نمونیے میں مبتلا ہوکر وہ تیسرے روز چل بسیں۔ یوں ظہور حسین کا بہت بڑا سہارا چھن گیا۔ تینوں بیٹے اکٹھے ہوئے اور کئی دیگیں پکیں، ماں کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے بیٹے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں لگے رہے۔ جواد حسین نے باپ کو اپنے پاس رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا، تنویر حسین نے انہیں اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا مگر بوڑھے ظہور حسین اس کمرے کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ جہاں انہوں نے اپنی رفیقۂ حیات کے ساتھ آخری شب و روز گزارے تھے۔

کچھ روز تک بیٹے اس کی خبر گیری کرتے رہے بالآخر سب اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے۔ آخر لوگ مرتے ہی رہتے ہیں۔ مگر بعض از کار رفتہ قسم کے لوگوں کی موت پیچھے رہ جانے والے چند انسانوں کو ہمیشہ کے لئے بے چین کردیتی ہے۔ ظہور حسین وہ واحد آدمی تھے جنہیں غلام فاطمہ کی رحلت کا بہت زیادہ صدمہ ہوا۔ وہ اس کوٹھری کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے لیکن وہ انہیں بے چین بھی بہت رکھتی تھی۔ اس کوٹھری کے باہر ان کے لئے تھا بھی کیا؟ اپنے مسائل اور اولاد کی تربیت میں مصروف ومتفکر بیٹا جس کے پاس باپ کی تشفی کے لئے دو بول تھے مگر وہ بھی روکھے پھیکے اور منافقت میں لپٹے ہوئے، اپنے کاموں میں غرق بہو جو اپنے سسر کو دیکھتی تو اس کی تیوری پر بل آجاتے تھے۔ جب وہ کوٹھری کی تنہائی سے اکتا کر "اپنوں" کے پاس جاتے تو ان کی منافقت بھری باتیں انہیں مزید بے چین کردیتیں۔ وہ ہر نماز کے بعد بڑے خشوع وخضوع سے اللہ تعالیٰ کو اپنے لاحاصل وجود کا احساس دلاتے...... اس وجود کا جو کسی پرانے بوسیدہ اخبار کے مانند بے کار ہوچکا تھا۔ وہ گڑگڑانے والے انداز میں اس دیس میں جانے کے لئے اللہ کے حضور التجا کرتے جہاں اب غلام فاطمہ کا

قیام تھا مگر ان کی دعا اب تک شاید قبول نہیں ہوئی تھی۔ کمرے کے در و دیوار انہیں سیاہ ناگ کی طرح ڈستے رہتے۔ اور تنہائی کا زہر چاٹتا رہتا۔ ان کا زیادہ وقت مصلے ہی پر گزرتا۔ کبھی کبھار منظور آجاتا جو زیادہ تر اپنی مجبوریوں کا رونا روتا رہتا، گھر کے مختصر کمروں کا ذکر کرتا جن میں اس کے باپ کا رہنا مشکل تھا پھر کوٹھری کی تعریف میں چند الفاظ کہتا، تنہائی کے فوائد پر چند باتیں بگھارتا اور آخر کار اس کا کوئی کام نکل آتا۔ پھر وہ تھوڑی دیر بعد آنے کا کہہ کر دو دو دن تک چکر نہ لگاتا۔ ہفتہ میں ایک آدھ بار تنویر اور جواد بھی آجاتے، حمیدہ بھی تنگی وقت کا گلہ کرتی اور واپس چلی جاتی۔ یوں ظہور حسین اپنے بوڑھے وجود کے ساتھ کمرے میں اکیلے رہ جاتے۔ وہ اکثر خیالوں میں غلام فاطمہ سے گفتگو کرتے رہتے جنہوں نے ان کے ساتھ زندگی کے پینتالیس سال گزارے تھے۔

ایک دن بارہ سالہ وقار اپنی گیند ڈھونڈتے ڈھونڈتے دادا کے کمرے میں آنکلا۔ اس وقت ظہور حسین عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ پوتے کی خوشبو انہوں نے محسوس کرلی تھی لہٰذا نماز پڑھ کر وقار کو سینے سے لگالیا۔

‘‘دادا آپ کو اکیلے ڈر نہیں لگتا؟’’ پوتے نے کمرے کی فضا دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

‘‘ارے نہیں، مجھے کیوں ڈر لگے گا، قریب ہی میرا شیر بیٹا وقار جو رہتا ہے۔’’

‘‘تو کیا یہاں جن نہیں ہے؟’’ اس نے پھر پوچھا۔

‘‘نہیں تو، یہاں تو صرف میں رہتا ہوں۔’’ دادا نے اسے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

‘‘آپ ہمارے ساتھ کیوں نہیں رہتے؟’’ وقار نے پوچھا۔

بوڑھے ظہور حسین اس مشکل سوال کا جواب سوچنے لگے کیونکہ وہ اپنے بیٹے اور بہو کو پوتے کی نظروں سے گرانا نہیں چاہتے تھے۔ ‘‘ارے بیٹا! تمہارے ابو تو روزانہ میری منتیں کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ رہو مگر مجھے یہ کمرہ پسند ہے۔ ویسے بھی بوڑھے لوگوں کو جوان لوگوں کی محفلوں سے دور ہی رہنا چاہئے۔’’

‘‘پھر آپ بوڑھوں کے گھر، میں کیوں نہیں رہتے؟’’

وقار نے مشورہ دینے والے انداز میں استفسار کیا۔

‘‘بیٹے یہ بھی بڈھوں ہی کا گھر ہے۔’’

‘‘مگر دادا یہاں تو ٹیلی ویژن ہے نہ کوئی تفریح کا سامان ہے نہ تمہارے کام کاج کے لئے کوئی نوکر ہے، یہ کیسا عجیب گھر ہے؟ یورپ میں تو بڑے ‘‘بزرگ کدے’’ ہوتے ہیں۔’’

یورپ کے ‘‘اولڈ ہوم’’ کے تصور سے ظہور حسین مسکرا دیئے۔ ‘‘بات تو ایک ہی ہے۔ انہوں نے دل میں سوچا۔ وہاں بھی بوڑھے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ مگر حکومت ان کا پورا پورا خیال رکھتی ہے۔ یہاں اولاد خدمت کے نام پر بوڑھے والدین کو اپنے پاس رکھتی تو ہے مگر انتہائی مجبوری کی حالت میں، ان کی ہر بات کو فضول اور مشوروں کو بے جا مداخلت تصور کیا جاتا ہے۔ مشرق ہو یا مغرب بوڑھے لوگ ہر جگہ اکیلے ہیں، مگر یورپ میں بڑھاپا بے بسی لے کر آتا ہے لاچاری لے کر نہیں یہاں کے بوڑھے تو کاٹھ کباڑ کی دکان میں رکھے ہوئے ناکارہ سامان کی طرح ہوتے ہیں۔ بے بس اور لاچار۔’’

‘‘یہ لو، آئس کریم کھالینا۔’’ ظہور حسین نے اپنے پوتے کے ہاتھ میں دس روپے کا نوٹ تھماتے ہوئے کہا۔

وقار نے نوٹ پتلون کی جیب میں رکھ لیا۔

‘‘اچھا دادا! میں چلتا ہوں، یہاں میری گیند تو نہیں آئی؟’’

‘‘نہیں بیٹا، یہاں نہیں آئی۔ کبھی کبھی آجایا کرو، بہن بھائی کو بھی لایا کرو۔’’

وقار باہر نکل گیا۔

‘‘تجھے کیا معلوم پوتے میاں کہ جب سائرہ جیسی بہوئیں گھر میں آتی ہیں تو ظہور حسین اور غلام فاطمہ جیسے بوڑھے ایک الگ تھلگ کمرے میں محدود کر دیئے جاتے ہیں۔’’ ظہور حسین نے دل ہی دل میں وقار کے سوال کا جواب دیا۔ ‘‘کچھ تو وہ محدود کر دیئے جاتے ہیں اور کچھ خودداری کے ہاتھوں خود ہی سمٹ کر رہ جاتے ہیں۔’’

ظہور حسین نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔

ایک ہفتے بعد ظہور حسین بیمار پڑ گئے۔ زندہ رہنے کی امنگ پہلے ہی کم ہو چکی تھی لہٰذا انہیں بیماری ہی میں نجات کا راستہ نظر آیا۔ منظور انہیں ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا، دوائیں بھی استعمال کرائیں مگر بیماری بڑھتی گئی اور وہ بستر کے ہو کر رہ گئے۔ نماز بھی

لیٹے لیٹے پڑھتے تھے۔ منظور نے بیوی کے مشورے پر دوسرے بھائیوں کو اطلاع دے دی۔ تنویر بیوی بچوں کے ہمراہ آگیا، وہ باپ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا مگر سائرہ نے اس کی خواہش یہ کہہ کر رد کر دی کہ وہ آخر وقت میں اپنے سسر کو علیحدہ نہیں کرنا چاہتی۔ منظور نے اس کی تائید کی۔ جواد حسین نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا، اسے بھی وہی جواب دے دیا گیا۔

ظہور حسین کا داماد پچھلے دو روز سے ان کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک دن اپنی بیوی حمیدہ کو تنہا پا کر اسے اپنے پاس بلایا ‘‘ابا کو اپنے ساتھ نہ لے چلیں؟’’ اس نے رازدارانہ لہجے میں پوچھا۔

‘‘کیسی باتیں کرتے ہیں آپ۔’’ حمیدہ شوہر کے پاس بیٹھتے ہوئے مغموم لہجے میں بولی۔

‘‘کیوں، اس میں ایسی ویسی کونسی بات ہے؟’’

‘‘بھائی منظور نہیں مانیں گے۔’’ حمیدہ نے جواب دیا۔

‘‘ہوں، مجھے معلوم ہے وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔’’

‘‘کیوں کر رہے ہیں؟’’ حمیدہ نے سوال کیا۔

‘‘اپنی خدمات کا صلہ مانگے گا۔ کریم نگر والی سو کنال زمین چچا نے اچھے وقتوں میں خریدی تھی، وہ اپنے نام کرائے گا۔’’

‘‘مگر وہ تو ابا نے دس سال پہلے بیچ کر پیسے بیٹوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔’’

‘‘اچھا تو ایک کام کرو۔’’ وہ رازدارانہ لہجے میں بولا۔

‘‘کیا؟’’

‘‘بڑی سڑک والی دکان ابا سے مانگ لو۔ تم جانتی ہو کہ میری ورکشاپ شہر سے ذرا دور ہے۔ میں اس دکان میں اپنی ورکشاپ کھول لوں گا...... آخر تم ان کی بیٹی ہو ان کی جائداد پر تمہارا بھی حق ہے۔’’

‘‘مگر اس حالت میں کیسے اس قسم کی بات کروں؟ وہ بہت بیمار ہیں۔’’ حمیدہ رونی صورت بنا کر بولی۔

‘‘تم دیکھتی رہ جانا اور تمہارے بھائی وہ دکان بھی لے اڑیں گے۔ میں تو تمہارے بچوں کے لئے یہ بات کہہ رہا ہوں، تم اگر نہیں چاہتیں تو نہ سہی۔’’ یہ کہہ کر وہ سر کھجانے لگا۔

‘‘اچھا........ میں بات کروں گی۔’’

حمیدہ کمرے سے نکل گئی۔

ظہور حسین کی آواز تقریباً بند ہو گئی تھی، ان کے سرہانے ایک مولوی صاحب قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ جواد حسین کرسی سے ٹیک لگا کر مغموم صورت بنائے بیٹھا تھا ادھر منظور کے کمرے میں تنویر اپنے باپ کے ترکے کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔

‘‘کچھ نہیں ہے ابا کے پاس تنویر حسین یہ تیرا وہم ہے اور ویسے بھی ابھی وہ زندہ ہیں، تو تو ایسے کہہ رہا جیسے خدانخواستہ انہیں کچھ ہو گیا ہو۔’’ منظور نے جواب دیا۔

‘‘ابا کے ٹرنک میں کیا ہے؟’’ تنویر نے سوال کیا۔

‘‘ٹرنک میں؟’’

‘‘وہی ٹین کا صندوق جو ابا جان کی سرہانے رکھا ہوا ہے۔’’ تنویر نے کہا۔

‘‘تنویر! سچی بات یہ ہے کہ مجھے آج تک پتہ نہیں چلا کہ اس میں کیا ہے۔ تیری بھابی بھی یہ بات پوچھ چکی ہے۔ ہوں گے میلے کپڑے اور کچھ عام سا سامان جو اس عمر کے لوگ سنبھال کر رکھتے ہیں۔’’

‘‘صدیق کو ابا کے پاس نہ جانے دینا، مجھے شک ہے کہ وہ حمیدہ کو آگے کر کے بازار والی دکان اس کے نام کرانا چاہتا ہے۔’’ تنویر نے آواز دھیمی کرتے ہوئے کہا۔

‘‘پاگل تو نہیں ہو گیا تو تنویر! کیسی باتیں کر رہا ہے؟ چالیس لاکھ کی دکان کیا ہم اسے آسانی سے دے دیں گے۔’’ منظور چارپائی سے اترتے ہوئے بولا۔ آؤ، ابا کے پاس چلتے ہیں۔’’ یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔ تنویر بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔

ظہور حسین کی آنکھیں تھوڑی سی کھلی ہوئی تھیں، وہ منظور حسین کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اس سے کوئی بات کرنا چاہتا ہو۔ جواد حسین نے منظور کو ابا کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ منظور اپنے باپ کے پہلو میں آن بیٹھا اور اپنے باپ کا ہاتھ تھام لیا۔

‘‘آج تو کتنی مدت کے بعد میرے اتنے قریب بیٹھا ہے۔’’ یہ کہتے ہوئے ظہور حسین کی پلکوں کے گوشے بھیگ گئے۔

منظور کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔ کمرے میں کھڑے ہوئے دوسرے لوگ بھی

آنکھوں کے گوشے صاف کرنے لگے۔

"میری آخری بات سن لے منظور حسین! میرے پاس وقت بہت کم ہے" ظہور حسین بمشکل بولے۔

"ایسی بات تو نہ کہئے ابا جان!..... اللہ آپ کا سایہ ہمارے سر پر دیر تک قائم رکھے" منظور ان کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

اس کی بات سن کر ظہور حسین کے نیم مردہ ہونٹوں پر خفیف سی طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی، کئی دن سے باپ کی موت کا استقبال کرنے والا بیٹا باپ کو نزع کے عالم میں دیکھ کر درازی عمر کی دعا دے رہا تھا۔

"میری آخری خواہش تم سب سن لو" ظہور حسین نے تینوں بیٹوں، ایک بیٹی اور بہوؤں کو دیکھتے ہوئے اٹک اٹک کر کہا۔

سب ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

سیلن زدہ کمرے میں موت کا فرشتہ داخل ہونے کو تھا۔ چند لمحے خاموشی چھائی رہی پھر منظور حسین نے خاموشی کو توڑا۔

"بولئے ابا جان! آپ کی آخری خواہش کیا ہے؟"

ظہور حسین نے ایک طویل سانس لینے کی کوشش کی پھر وہ گویا ہوئے "منظور حسین! میرے مرنے کے بعد اس کمرے کو گرادینا....." یہ کہہ کر ان کی بوڑھی آنکھوں سے میلے آنسوؤں کے دو قطرے نکلے اور گالوں سے ڈھلکتے ہوئے گردن پر پھیل گئے۔

"مگر کیوں اباجی؟" منظور حسین نے سوال کیا۔

"بیٹا بڑھاپے میں خود کو ناکارہ سمجھنے کا عذاب بہت دردناک ہوتا ہے جسے جوانی کے آوارہ قہقہے نہیں سمجھ سکتے۔ ایک کمرے میں محدود کردئے جانے کی سزا بہت بڑی سزا ہے۔ جب بیٹے اور پوتا پوتیوں کے قہقہے کمرے کے سناٹے میں گونجتے ہیں تو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ جیسے میں اور تیری ماں بوڑھے ہوئے اس طرح تجھے بھی تو بوڑھا ہونا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تجھے اور میری بہو کو اس کمرے میں قید تنہائی کی سزا ملے۔ جب ہمیں ہمارے تینوں بیٹے اپنے درمیان برداشت نہیں کرسکے تو تیرا ایک بیٹا تجھے کہاں برداشت کرے گا۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہوں گا کہ جس عذاب سے میں اور تیری ماں گزرے ہیں اس اذیت سے تجھے بھی گزرنا پڑے۔ بس اسی لئے کمرے کو مسمار کردینا۔"

کمرے میں ایک بار پھر خاموشی پھیل گئی۔

منظور حسین نے اظہار ندامت کے بجائے دفاعی انداز میں کہا "ابا! میں نے آپ کی خدمت میں کونسی کسر چھوڑی ہے، ایسی باتیں تو نہ کیجئے۔"

"منظور حسین۔" ظہور حسین ٹوٹے پھوٹے لہجے میں گویا ہوئے "کھانا کھلا دینا اور علاج کرادینا اگر والدین کی خدمت ہے تو وہ تو، اپنے جانوروں کی بھی کرتا ہے۔ کیا تو اپنے کتے کو کھانا نہیں کھلاتا، اس کا علاج نہیں کراتا بلکہ اسے تو تو اپنے بستر پر اپنے ساتھ بٹھاتا ہے۔" یہ کہہ کر ان کی آنکھیں بند ہوگئیں، انہوں نے زیر لب کلمہ پڑھا اور اللہ کو پیارے ہوگئے۔ تینوں بیٹے اور بیٹی باپ کی طرف لپکے۔ جواد حسین نے ان کے گال تھپتھپائے، جھنجھوڑا مگر ستر سالہ ظہور حسین کی روح جسم کی قید سے آزاد ہوچکی تھی۔ اب وہ اس دیس کو سدھار چکے تھے جہاں سے کسی کی کوئی دعا یا پشیمانی کے آنسو جانے والے کو واپس نہیں لاسکتے۔ کمرے میں سسکیاں بھر گئیں۔

باپ کو دفنانے کے بعد تینوں بیٹے واپس آئے اور ایک کمرے میں بیٹھ کر انہیں یاد کرنے لگے، اس دوران صدیق بھی آگیا۔

"ابا وصیت کرگئے ہیں کہ مین بازار والی دکان حمیدہ کو ملے گی۔" صدیق نے رونی صورت بنا کر کہا۔

"کہاں ہے وصیت نامہ؟" تنویر حسین جھٹ سے بولا۔

"کیا! مرنے والے کے الفاظ کافی نہیں ہوتے؟" صدیق نے جواب دیا۔

"ہم نے تو نہیں سنے۔" جواد حسین نے جواب دیا۔

"خدا کی قسم! میں نے خود اپنے کانوں سے سنے ہیں، حمیدہ کو بلوا کر پوچھ لو" صدیق دہائی دینے والے انداز میں بولا۔

"دیکھ صدیق بھائی! اس کام کے لئے بہت وقت پڑا ہے، ابھی دو گھنٹے پہلے ہم نے اپنے باپ کو دفنایا ہے اور تم ابھی سے جائداد کی باتیں لے بیٹھے۔" منظور حسین خفگی سے بولا۔

"میں تو مرنے والے کی خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں، اکلوتی بیٹی ہے ان کی....."

صدیق باری باری تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

اس کے بعد ان کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔

جائداد کے بٹوارے کا کام اگلے چند روز میں مکمل ہوگیا۔ اس دوران مرحوم کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے دیگیں بھی پکتی رہیں اور دوسرے کام بھی ہوتے رہے۔

پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مرنے والا ذہن سے محو ہوگیا اور اس کی آخری خواہش بھی۔

وقت کا پہیہ اپنی مخصوص چال چلتا رہا۔ اس دوران منظور حسین نے وہ سیلن زدہ کمرہ کو گرا کر وہاں کار پورچ بنادیا۔ وقار نے ایم ایس سی کرلیا، بیٹی کو تو وہ دو سال قبل بیاہ چکے تھے، جو انگلینڈ چلی گئی تھی۔ اب وہ سبکدوش ہوکر زندگی کی یکسانیت سے نبرد آزما تھا۔ سائرہ نے گھر کے سناٹے کو ختم کرنے کے لئے منظور حسین کو یہ مشورہ دیا کہ وقار کی شادی کردی جائے، بہو کے آنے اور بعد ازاں پوتا پوتیوں کے شور سے دل بہلا رہے گا۔

منظور حسین نے اس کی تجویز سے اتفاق کیا پھر چند ماہ بعد وقار کی شادی کردی گئی۔ وقار کو بہت امیر کبیر گھرانے سے رشتہ ملا تھا، سدرہ تعلیم یافتہ تھی، اس کے آنے سے گھر میں ایک بار پھر زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اگلے سال ان کے ہاں ایک بیٹے کی پیدائش ہوئی پھر دو سال بعد دوسرا بیٹا پیدا ہوا، پہلے بیٹے کا نام فائق اور دوسرے کا لائق رکھا۔

فائق اور لائق کی ننھی منی شرارتوں سے سارے گھر میں رونق رہتی۔ منظور حسین کے سر کے بال اڑ چکے اور داڑھی میں برائے نام ہی کالے بال تھے۔ سائرہ بھی موٹے شیشوں والی عینک لگا چکی تھی۔ رفتہ رفتہ بہو کی تیور بدلنے شروع ہوگئے، منظور حسین کو کھانسی کی شکایت رہتی تھی اس لئے سدرہ کو شک ہوگیا کہ اس کے سسر کو ٹی بی ہے لہٰذا اس نے اعلانیہ بچوں کو دور رکھنا شروع کردیا۔ اب منظور حسین اور سائرہ رہتے تو ان کے ساتھ ہی تھے مگر نہ ہونے کے برابر۔ نہ ان سے وقار کوئی بات کرتا نہ سدرہ البتہ وہ خود کوئی بات کرتے تو کوئی روکھے پھیکے انداز میں جواب دے دیتا تھا۔

شام کا وقت تھا، سدرہ اور وقار صوفے پر بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے تھے کہ منظور حسین کمرے میں داخل ہوا۔

"ابا جان! آپ سے ہزار دفعہ کہا ہے کہ اپنے کمرے میں رہا کریں، گھنٹی لگی ہوئی ہے جس چیز کی ضرورت ہو بجا کر منگوالیا کریں۔ آپ کے لئے میں نے نوکر رکھا ہوا ہے، اب اتنی سردی میں اگر آپ کو بخار ہوجائے تو....." وقار اکھڑ لہجے میں احترام کی آمیزش کرتے ہوئے بولا۔

منظور حسین کا چہرہ قدرے تاریک ہوگیا مگر اس نے اپنے کرب کو جبری مسکراہٹ میں چھپالیا۔ اس اثناء میں سائرہ بھی اس کے پیچھے آن کھڑی ہوئی۔

وقار بیٹا! ہم تو اپنے پوتوں سے ملنے آئے ہیں۔ تمہاری ماں ضد کررہی تھی کہ لائق اور فائق کو.......

"مگر وہ دونوں تو سو رہے ہیں۔"

منظور حسین نے زیر لب کہا اور مضمحل قدموں سے سائرہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے واپس مڑ گیا۔ ان کے جانے کے بعد سدرہ نے وقار سے کہا:

"ابا کو ٹی بی ہے اور میں ڈرتی ہوں کہ ان کے جراثیم بچوں کو نہ لگ جائیں۔"

"ارے ٹی بی نہیں ہے سگریٹ پیتے ہیں اس لئے کھانستے رہتے ہیں، تم وہم نہ کیا کرو۔" وقار نے ریموٹ سے ٹی وی کا چینل تبدیل کرتے ہوئے کہا۔

"احتیاط اچھی چیز ہے وقار! بچوں کا دفاعی نظام کمزور ہوتا ہے، تم اسے صرف کھانسی نہ سمجھو۔ اگر خدانخواستہ انہیں یہ بیماری ہوئی تو بچوں کو اور ہمیں بھی لگ سکتی ہے۔ ہمارا دین اسلام بھی تو احتیاط کا درس دیتا ہے۔"

"اچھا، اچھا، چھوڑو اس بات کو۔ میں کل ہی ابا کا معائنہ کراؤں گا۔" وقار جھنجھلاتے ہوئے بولا۔

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔" سدرہ تھوڑی سہلاتے ہوئے بولی۔

"ہاں، ہاں، کہو کیا تجویز ہے؟" وقار نے پوچھا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ بزرگ باعث رحمت ہوتے ہیں مگر ہر کام میں ان کی مداخلت ناگوار گزرتی ہے۔ امی ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتی ہیں۔ پتہ نہیں کیا کیا الم غلم بچوں کو کھلاتی رہتی ہیں۔ گھر تو سارا ایک ہی ہے، آپ یوں کریں کہ کار پورچ کے ساتھ ایک کمرہ بنا کر امی ابا کو وہیں منتقل کردیں۔ منسلک غسل خانہ بھی بنادیں اور خدمت کے

لئے نوکر بھی رکھ دیں۔ میرے خیال میں اس کام میں کوئی حرج نہیں ہے، ہم بھی وقتاً فوقتاً ان کی دیکھ بھال کرتے رہیں گے۔"

وقار خلا میں گھورتے ہوئے سدرہ سے مخاطب ہوا۔

"کچھ اچھا نہیں لگتا!" "اب بھی الگ تھلگ ہی تو پڑے ہوئے ہیں۔ مسئلہ تو میرے ساتھ ہوتا ہے، مگر آپ کو مجھ سے اور میرے مسائل سے کیا آپ کو تو بس اپنے کام سے مطلب ہے۔" سدرہ خفا ہوتے ہوئے بولی۔

"اچھا بابا اچھا، جیسے تم کہو گی ویسے ہی ہوگا۔" وقار نے اسے مناتے ہوئے کہا اور سدرہ مسکرا دی۔

اگلے روز کار پورچ کے ساتھ خالی جگہ پر ایک کمرہ کی تعمیر شروع ہوگئی۔ تقریباً ایک ہفتے میں کمرہ مکمل ہوگیا جس میں ایک بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی کے علاوہ غسل خانہ بھی تھا۔ کونے میں جائے نماز بھی رکھ دی گئی اور بوڑھے منظور حسین اور بوڑھی سائرہ کو بصد احترام وہاں منتقل کردیا گیا۔

منظور حسین اور سائرہ بیگم کے لئے تیار ہونے والا کمرہ گھر کے بقیہ حصے سے زیادہ دور نہیں تھا۔ کم از کم وقار اور اس کی بیگم کے قہقہے اور پوتا پوتیوں کی آوازیں ان کے کانوں تک پہنچ سکتی تھیں۔ منظور مضمحل قدموں سے چلتا ہوا چارپائی پر آن بیٹھا، سائرہ بیگم بھی دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔

"سائرہ بیگم۔" منظور حسین نے کھوئے ہوئے لہجے میں اسے پکارا۔

"کیا بات ہے؟" سائرہ نے کھوکھلی آواز میں پوچھا۔

منظور نے کہا: "سائرہ بیگم! قید خانہ ڈھا دینے سے سزا نہیں ٹل سکتی۔ کل میں نے اپنے ماں باپ کو جداگانہ کوٹھری میں منتقل کیا تھا آج میرے بیٹے نے ہمیں الگ کرکے تنہائی کے حوالے کردیا۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی، محض کہاوت ہی نہیں بہت بڑی حقیقت بھی ہے جو آج مکمل بے رحمی اور عبرت آموز معنویت کے ساتھ ہمارے سامنے آکھڑی ہوئی ہے۔

اب گھر میں کہیں بوئے ومساز نہیں آتی
اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی

"میں نے اپنے بوڑھے والدین کی تھوڑی سی خدمت تو کی تھی وہ ان کے ان احسانات کا پاسنگ بھی نہیں تھی جو وہ مجھ پر ہر طرح کی مشقت جھیل کر ہر آن کرتے رہے۔ وہ مجھ سے کسی مالی منفعت کے طلبگار کبھی نہیں ہوئے۔ ان کی مسرت کا پیالہ اس قدر اتھلا تھا کہ بس مجھے ایک نظر دیکھتے ہی بھر جاتا گھر میں اتنا شقی القلب تھا کہ والدین کو تنہائی کے حوالے کرکے فوراً بیوی بچوں کے پاس جانے کے بہانے ڈھونڈتا رہتا۔ میں نے ان کے بڑھاپے کی رفاقت کا حق کبھی ادا نہیں کیا......اب میرا بیٹا بھی مجھ سے اسی سلوک کا اعادہ کررہا ہے۔

"میں نے آج ٹی وی پر ایک عالم دین کا درس سنا۔ درس کی جان یہ حدیث مبارک تھی:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا میں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں۔

آپؐ نے پوچھا تمہارے ماں باپ ہیں؟"

اس نے کہا، جی ہاں ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،، پھر تم ان کی خدمت کرو اور ہر طرح سے ان کے آرام کا خیال رکھوں یہی تمہارا جہاد ہے۔ (داؤد)

بوڑھے منظور کی دلدوز باتیں سن کر سائرہ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور بولی:

"افسوس! بعض سچائیاں کتنی دیر بعد بلکہ کبھی کبھی وقت گزر جانے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ تم نے جو حدیث شریف سنائی اس میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کے بارے میں نہایت عظیم شرف ومنزلت کا درس دیا ہے ہم لوگ غفلت میں پڑے رہے اور وقت دبے پاؤں گزر گیا۔ ہم نے اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کی تعلیمات کی طرف توجہ ہی نہیں دی آج ہم اسی غفلت کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔

"میرے سرتاج! ابھی جاؤ اور حدیث مبارک وقار اور سدرہ کو بھی سناؤ۔ ان سے کہو کہ وہ نئی تہذیب کے چمکدار خول سے باہر نکلیں، دینی تعلیمات کا نور حاصل کریں اور اپنے بچوں کو بھی دلسوزی سے دینی تعلیم دلائیں تاکہ وہ کل اس انجام کو نہ پہنچیں جس انجام سے آج ہم دوچار ہیں اور حسرت سے ہاتھ مل رہے ہیں۔

ڈاکٹر آصف محمود جاہ

ٹانگوں کی جان لیوا بیماری

حال ہی میں 'بی بی سی' نے یہ خبر جاری کرکے پوری دنیا کو چونکا دیا کہ ایک مخصوص بیماری......ڈی وی ٹی کی وجہ سے ہوائی جہاز میں سوار ایک خاتون دوران سفر ہلاک ہوگئی۔ اس ناگہانی واقعے کے بعد اکثر ممالک کی ایئر لائینیں اس عجیب وغریب بیماری سے بچاؤ کے لئے اقدامات کررہی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آخر ڈی وی ٹی کس بلا کا نام ہے؟

اگر آپ اکثر بیرون ممالک سفر کرتے ہیں یا چار پانچ گھنٹے تک مسلسل کار چلاتے ہیں یا ایک ہی جگہ بیٹھ کر دیر تک کام کرتے رہتے ہیں تو پھر ٹانگوں کے اچانک سن ہوجانے کے مرض میں مبتلا ہوسکتے ہیں جو بعض اوقات خطرناک ہوکر موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

اس مرض کو شریانوں میں اچانک رکاوٹ کی بیماری (Deep Vein thrombosis) یا DVT کا نام دیا جاتا ہے۔ اس بیماری میں ٹانگوں کے دیر تک ایک جگہ رہنے سے ٹانگوں میں خون کی رفتار بہت زیادہ آہستہ ہوجاتی ہے، یوں خون گاڑھا ہوجاتا ہے نتیجتاً شریان کے کسی حصے میں خون کے جمع ہوجانے کی وجہ سے پھٹکی (Clot) بنتی ہے جو ٹانگ سن کردیتی ہے۔

جسم کے نچلے حصوں میں عموماً اور ٹانگ کی شریانوں میں خصوصاً خون کی گردش ویسے بھی نسبتاً آہستہ ہوتی ہے۔ اگر ٹانگیں طویل عرصے تک مثلاً فضائی سفر یا لمبی کار ڈرائیورنگ کے دوران ایک ہی جگہ رہیں اور انہیں ہلانے جلانے کا موقع نہ ملے تو پھر خون گاڑھا ہوجاتا ہے یوں ڈی وی ٹی یعنی شریان میں خون کی رکاوٹ کا مرض جنم لیتا ہے۔

اس مرض میں ٹانگ کے متاثرہ حصے پر درد اور سوجن ہوتی ہے، ٹانگ سن ہوجاتی ہے اسے ہلانا مشکل ہوتا ہے۔ بیماری کی تشخیص الٹراساؤنڈ معائنہ سے کی جاسکتی ہے اور پھٹکی کا پتہ چلانے کے لئے خون کے ٹیسٹ کئے جاتے ہیں۔ اس بیماری سے ۴۰ سال سے زیادہ عمر کے لوگ متاثر ہوتے ہیں، اور وہ بھی جو چلنے پھرنے سے پرہیز کرتے ہے یا پھر ایسے مریض جو لمبے عرصے سے صاحب فراش ہوں۔ جو لوگ کسی حادثے میں اپنی ٹانگ تڑوا بیٹھیں، ان میں اور حاملہ عورتوں اور وہ خواتین جو مختلف قسم کی مانع حمل ادویات لے رہی ہوں، ان میں بھی بیماری کا امکان ہوتا ہے۔

یہ بیماری اس وقت خطرناک ہوتی ہے جب ٹانگ کی شریان میں بننے والی پھٹکی یا پھٹکیاں خون میں شامل ہوکر پھیپھڑوں میں چلی جائیں پھر موت واقع ہوسکتی ہے۔ اگر پھٹکی خون کے ذریعے دماغ میں پہنچ جائے تو فالج یا سٹروک کا باعث بنتی ہے لیکن دیر ہونے پر زیادہ پیچیدگیاں جنم لیتی ہیں۔ اگر پھٹکی دماغ میں چلی جائے تو پھر معاملہ سنگین ہوجاتا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ مرض کا خطرہ محسوس ہوتو فوراً اپنے ڈاکٹر سے رجوع کریں۔

علاج اور بچاؤ

علاج کے لئے سب سے پہلے خون پتلا کرنے والا انجکشن، Heparin، دیتے ہیں جس کا بنیادی مقصد پھٹکی کو ختم کرنا اور خون کو مزید گاڑھا ہونے سے روکنا ہے۔ اس ٹیکے کا فوری اثر ہوتا ہے۔ لمبے عرصے کی بیماری کے لئے پھر خون پتلا کرنے کی گولیاں دی جاتی ہیں جو خاصی مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔

یہ تجویز بھی کیا جاتا ہے کہ اسپرین کی گولیاں وقتاً فوقتاً استعمال کریں کیونکہ ان سے نہ صرف خون پتلا رہتا ہے بلکہ دل کی بھی حفاظت ہوتی ہے۔ اگر ڈی وی ٹی کے مریض سانس میں رکاوٹ یا شدید سر درد محسوس کریں تو اس صورت میں فوراً ڈاکٹر سے مشورہ کرکے ہسپتال جانا چاہئے۔

ڈی وی ٹی سے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ جو لوگ فضائی سفر کرتے ہیں وہ سفر کے دوران اپنے پاؤں اور ٹانگیں ہلاتے رہیں اور کچھ دیر بعد تھوڑی بہت ورزش کریں تاکہ خون کی گردش جاری رہے جو لوگ لمبی ڈرائیونگ کرتے ہیں انہیں بھی چاہئے کہ کچھ دیر بعد پاؤں اور ٹانگوں کی تھوڑی بہت ورزش ضرور کریں۔ ان تمام احتیاطی تدابیر پہ عمل کرکے ڈی وی ٹی اور اس سے ہونے والی جان لیوا بیماریوں مثلاً Pulmonary Embolism وغیرہ سے بچا جاسکتا ہے۔

●●

عالیہ احمد، راولپنڈی

نزلے زکام کے مؤثر علاج

بڑے بوڑھوں کے آزمودہ نسخے اور قیمتی گھریلو تدابیر

آج کل آنکھوں کی تکالیف کا علاج نشتر کے استعمال کے بغیر لیزر شعاعوں سے ہو رہا ہے۔ ناکارہ قلب اور گردوں کی جگہ صحت مند متبادل قلب اور گردے خرید کر لگوائے جا رہے ہیں لیکن جس معمولی مرض کے خلاف انسان آج بھی بے بس ہے وہ نزلہ، زکام اور فلو ہے۔ موسم جب بھی کروٹ لیتا ہے یہ تکالیف آ گھیرتی ہیں۔ چھینکوں کے شروع ہوتے ہی ناک بہنے لگتی ہے۔ گلے میں خراش، اور سر میں درد کی شکایت ہوتی ہے۔ جسم بخار سے سے تپنے پھوڑے کی طرح دکھنے لگتا ہے۔ کہنے کو تو کئی دوائیں علاج کے لئے موجود ہیں لیکن ان امراض سے صحیح معنوں میں نجات اور صحت کی بحالی آج بھی پرانے علاج اور پرانی تدبیر ہی سے ہوتی ہے۔

نزلے زکام اور فلو کا صحیح علاج ہے آرام اور جس سے نزلے کی رطوبت کا مکمل اخراج۔ جسم دماغ جب تھکتے ہیں یہ تکالیف آ گھیرتی ہیں پھر جسم کی قوت مدافعت گھٹنے لگتی ہے اور وائرس اپنا زور دکھانے لگتے ہیں۔ صحیح علاج یہی ہے کہ آرام کے ساتھ جسم کو ایسے دوائی اور غذائی اجزا فراہم ہیں جن سے اس کی قوت مدافعت قوی ہو اور جسم و دماغ حملہ آور وائرسوں سے نجات پا جائیں۔

بڑی بوڑھیوں کے علاج

ترقی کے دور نے ہماری بڑی بوڑھیوں یعنی نانی دادی تمام بزرگوں کی اہمیت گھٹا دی ہے۔ امریکا سے آنے والے بھی بتاتے ہیں کہ امریکی بوڑھوں کی عمریں بڑی لمبی ہیں لیکن حیثیت ان کی صفر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جسمانی اعتبار سے کمزور اور ناکارہ ضرور ہوتے ہیں، لیکن ان کے تجربات اور دانش کی بڑی قیمت ہوتی ہے، دانا بینا قومیں انہیں قیمتی اثاثہ سمجھ کر محفوظ کرنے کا اہتمام کرتی ہیں۔ ہمارے عظیم دوست ملک چین میں یہ کام خوب ہوا ہے۔ بڑے بوڑھوں کے آزمودہ نسخے اور تدبیر گھر گھر جا کر جمع کئے گئے اور ان کی درجہ بندی کر کے انہیں علاجی نظام کا حصہ بنا لیا گیا۔

نزلے زکام کے سلسلے میں پرانے علاج اور شفائی تدابیر کی افادیت مسلمہ ہے جن سے آج بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

ان میں سے چند یہ ہیں:

پانی اور بھاپ کا استعمال

پانی حیات بخش ہی نہیں شفا بخش بھی ہوتا ہے۔ نزلے کی صورت میں سب سے زیادہ ناک اور اس کی اندرونی جھلیاں متاثر ہوتی ہیں۔ وائرس سے نجات حاصل کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جھلیوں سے خارج ہونے والی رطوبت انہیں بہا کر لے جائے۔ اس عمل میں وضو کا عمل بہت معاون ثابت ہوتا ہے۔ ناک میں صحیح طور پر صاف ستھرا پانی چڑھانے سے اندرونی جھلیاں اچھی طرح دھل جاتی ہیں۔ اگر پانی نیم گرم اور نمکین ہو تو اسے ذرا اندر چڑھا کر بند ناک آسانی سے کھولی جا سکتی ہے۔

نمک کی وجہ سے ناک میں نہ صرف ورم دور ہوتا ہے بلکہ وائرس کی خاصی تعداد بھی دھل کر خارج ہو جاتی ہے جس سے بڑا آرام ملتا ہے اور مرض کی شدت میں کمی آ جاتی ہے۔

پانی کی بھاپ میں سانس لینے سے ناک حلق تک کا اندرونی حصہ نزلے کی رطوبت سے صاف ہو جاتا ہے اور ناک کی بندش سے ہونے والی گھٹن اور بے چینی دور ہوتی ہے۔ یہ عمل بہت آسان ہے، کسی صاف ستھری پتیلی میں تین چوتھائی پانی بھر کر اسے ابالیں اور اسے احتیاط سے کسی میز وغیرہ پر رکھ کر سر کے اطراف صاف تولیہ یا کپڑا لپیٹ کر اٹھتی بھاپ کی طرف چہرہ جھکا کر اس میں گہرے سانس لیتے رہیں۔

یہ ضروری ہے کہ چہرہ بھاپ سے جھلسنے نہ پائے۔ اسی پانی میں اگر یوکلپٹس آئل کی دو چار بوندیں شامل کر لی جائیں تو ناک کھلنے اور وائرس کے بہ نکلنے کا عمل اور بھی مؤثر ہو جاتا ہے۔ یوکلپٹس کا درخت جسے

عرف عام میں سفیدا بھی کہتے ہیں، ہر جگہ موجود ہے۔ اس کے تازہ پتوں سے بھی یہ کام لیا جا سکتا ہے۔ کھولتے پانی میں اس کے مٹھی بھر پتے شامل کر لیں۔ آپ ہمدرد بام یا قلزم کی ایک دو بوندوں سے بھی یہ کام لے سکتے ہیں۔ اس عمل سے ناک کھلنے کے علاوہ گلے کی خراش اور کھانسی کو بھی آرام ہوتا ہے اور نزلے کے حملے کا مقابلہ کرنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ یہ عمل ۵ سے ۱۰ منٹ تک کرنا چاہئے۔

گرم شوربا یا پتلی دال

مرغ کا شوربا، مونگ، مسور کی پتلی گرم دال کے پینے سے بھی نزلے میں بڑا آرام ملتا ہے۔ بڑے بوڑھیاں پتلی کڑھی پینے کو بھی مفید بتاتی تھیں۔ کڑھی میں شامل مرچ، لہسن، پیاز وغیرہ کی خوشبو کی بھاپ سے ناک کھلتی اور گلا صاف ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مرغ کے سادہ شوربے میں کچلا ہوا لہسن، ادرک، گرم مسالہ شامل کر کے اسے گرم گرم پینے سے ناک کھلنے کے علاوہ ناک کے بہنے سے جسم میں ہونے والی پانی کی کمی بھی دور ہو جاتی ہے۔

شامل کئے جانے والے مسالوں میں سے مؤثر لہسن ہوتا ہے جو قدرتی اینٹی بائیوٹک بھی ہے اور دافع وائرس بھی۔ لہسن بلغم خارج کرتا ہے اور کھانسی کا سبب بننے والا وائری بلغم بھی خارج کر کے کھانسی کو آرام پہنچاتا ہے۔

اسی میں باریک کتری ہوئی پیاز شامل کرنے سے یہ اور بھی مؤثر ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا شوربا پیتے وقت ایک دو چٹکی پسی ہوئی سرخ یا سیاہ مرچ اور سونٹھ بھی شامل کر لیں تو بہتر ہے۔ یہی مسالے پتلی گھٹی ہوئی مونگ یا مسور کی دال میں بھی شامل کر لیں تو بہتر ہے۔

ہندوستان کے مغربی ساحل کے لوگ ارہر کی دال اس مقصد کے لئے زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ شوربا اور پتلی دال تھکے ہوئے جسم کو توانائی بھی بخشتے ہیں۔ ان کے غذائی اجزاء قوت مدافعت کو تقویت پہنچاتے ہیں اور تھکن اور بے چینی دور ہو جاتی ہے۔

پانی: نزلے کی اکسیر

پانی جوش دے کر اس کی بھاپ لیجیے، غرارے کیجئے: اس میں جڑی بوٹیاں جوش دیجئے حقیقتاً پانی نزلے کی اکسیر ہے۔ نزلے کے دوران پانی زیادہ مقدار میں پینا چاہئے۔ اس طرح نزلہ خوب بہتا ہے اور مرض کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ پسینا آنے کی وجہ سے بھی جسم میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے۔ آپ کا جی چاہے تو سادہ پانی میں پھلوں کا رس ملا کر اسے خوشبو اور ذائقے دار بنا سکتے ہیں۔

گلے میں درد اور سوجن ہو تو پانی میں خشک دھنیا اور مٹھی بھر شہتوت کے پتے جوش دے کر غرارے کیجئے۔ ایک پیالی گرم پانی میں دو چار چمچے شہتوت کا شربت گھول کر چائے کی طرح پیجئے گلے اور کھانسی کو آرام ہوگا۔

بہدانہ کا جوشاندہ

تین گرام بہدانہ کے ساتھ ۵ عدد عناب، ۹ عدد سپستاں اور تین گرام خاکسیر شامل کر کے جوش دے اور چھان کر شہد یا تھوڑی سی چینی ملا کر پینے سے نزلے کی رطوبت خوب بہتی ہے۔ بہدانہ بخار، نزلہ، زکام اور کھانسی کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔ جوش دینے سے پانی لعاب دار ہو جاتا ہے، یہ لعاب گلے کی خراش ختم کرتا اور اپنے ساتھ وائرس کو لپیٹ کر دور کرتا ہے۔ اسی طرح سپستاں بھی لعاب دار ہوتا ہے جو حلق کا ورم دور کرتا اور بلغم خارج کرتا ہے۔

عناب گلے کے کھرکھرانے اور خشک کھانسی کے لئے مفید ہوتا ہے۔ ۱۹۱۸ء میں فلو کی وبا کے دوران اس نسخے کا استعمال لاکھوں افراد کے لئے شفا کا ذریعہ بنا تھا۔ خاکسیر پسینا لا کر بخار ہی دور نہیں کرتی بلکہ اس میں اینٹی بایوٹک خصوصیت بھی پائی جاتی ہے۔

شہد اور لیموں کا استعمال

جو لوگ چائے پیتے ہیں انہیں نزلے کے دوران بغیر دودھ کی چائے میں شکر کی جگہ شہد اور لیموں کا رس شامل کر کے پینا چاہئے۔ چائے کے علاوہ سادہ گرم پانی میں بھی ایک چائے کا چمچ شہد اور تازہ لیموں کا رس شامل کر کے چسکیاں لے کر پینے سے چھلے ہوئے گلے کو بہت آرام پہنچتا ہے۔ جی چاہے تو شہد میں لیموں کے چند قطرے شامل کر کے بھی پیئے جا سکتے ہیں۔ شہد میں جراثیم کشی کی صلاحیت ہوتی ہے اور لیموں میں شامل حیاتین ج (وٹامن سی) جسم کی قوت مدافعت کو مستحکم کرتا ہے۔ اس مرکب کو دھیرے دھیرے نگلنے سے منہ میں لعاب خوب بنتا ہے اور گلے کو آرام ملتا ہے۔

نزلے کا دشمن: لہسن

برصغیر میں نزلے زکام کے لئے لہسن کی چٹنی کا استعمال ایک نہایت موثر غذائی علاج سمجھا جاتا ہے۔ بڑی بوڑھیاں گلے میں دکھن اور سوجے ہوئے غدود کے لئے باسی یا خشک روٹی کے ایک نوالے کے ساتھ لہسن کے ایک دو جوئے سبز یا سرخ مرچ اور نمک کے ساتھ خوب چبا کر کھلایا کرتی تھیں اس سے بلغم خوب خارج ہوتا اور گلے اور غدودوں کا ورم کم ہو جاتا ہے۔

لہسن امریکہ اور یورپ میں بھی دانت کے درد کے علاوہ ماضی میں طاعون (پلیگ) اور جذام کے لئے مفید سمجھا جاتا تھا۔ وہ نزلے زکام اور کھانسی کے لئے لہسن کو پیس کر شہد میں ملا کر کھلایا کرتے تھے۔ آج سائنس داں بھی لہسن کی اس صلاحیت کے گیت گا رہے ہیں۔ لہسن کی ایک کلی میں سینکڑوں مؤثر جز ہوتے ہیں جن میں گندھک کے مرکبات، اور اس کا خاص جوہر ایلی سین بھی شامل ہوتا ہے، یہی اس کی مخصوص بو کا سبب ہے۔

مؤثر قدرتی ضد حیوی اور دافع جراثیم ہونے کی وجہ سے فلو میں روزانہ لہسن کی ۴ سے ۸ کلیاں کچی کھانا بہت مفید ہوتا ہے۔ یہ اگر پیٹ کو موافق نہ آئے تو ہلکا سا بھون کر دہی یا پنیر میں ملا کر کھانا چاہئے۔ لہسن کو کھانے سے پہلے باریک کتر کر دس منٹ چھوڑ دینے سے اس میں دوائی خواص بڑھ جاتے ہیں۔

دار چینی: جراثیم کی قاتل

بخار دور کرنے اور جراثیم کشی کی صلاحیت رکھنے والی دار چینی ہزاروں سال سے استعمال ہو رہی ہے۔ مشرق کے گرم آب وہوا والے ملکوں میں پیدا ہونے والی دار چینی مغرب کے سرد ملکوں میں کبھی سونے کے مول بکتی تھی، لیکن آج بھی اس کی بڑی اہمیت ہے۔ کھانے پینے کی مختلف اشیاء میں استعمال کرنے کے علاوہ اسے بخار اور ورم دور کرنے کے لئے بہت مؤثر قرار دیا جاتا ہے۔ گرین فارمیسی، نامی کتاب کے مصنف ڈاکٹر جیمز اے ڈیوک کے مطابق دار چینی کو اسپرین کے برابر تو قرار نہیں دیا جاسکتا لیکن یہ درد دور کرنے کی صلاحیت ضرور رکھتی ہے۔ برصغیر میں سر میں درد اور جکڑن کے لئے پانی میں پیس کر اس کا نیم گرم لیپ کثرت سے استعمال ہوتا ہے اس کے تیل میں جراثیم ہلاک کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اس لئے حلق میں لگائے جانے والے تھروٹ پینٹ میں بھی یہ تیل شامل کیا جاتا ہے۔

نزلے کے لئے اس کی چائے بہت موثر ثابت ہوتی ہے۔ اس کا سفوف چائے کے ایک چمچ کے برابر کھولتے پانی میں ۲۰ منٹ تک ڈھک کر دم دینے کے بعد اس میں شہد بقدر ذائقہ ملا کر پینا چاہئے۔ دن میں اس کی ایک سے تین پیالیاں پی جاسکتی ہیں۔

ایک مؤثر مرکب

ویسٹ انڈیز اور جاوا، سماٹرا، جیسے مرطوب علاقوں کی بڑی بوڑھیاں نزلے زکام کے لئے سونٹھ، دار چینی، سرخ مرچ، لونگ، لہسن، لیموں کے رس اور سرکے کو نزلے کے علاج کے لئے ایک مؤثر مرکب کے طور پر استعمال کراتی ہیں۔ ادرک یا سونٹھ اور لہسن میں قدرتی ضد حیوی (انٹی بایوٹک) خاصیت ہوتی ہے۔ لیموں اور سرخ مرچ قابض ہوتے ہیں۔ گویا یہ نزلے کی رطوبت کو خشک کرتے ہیں اور بلغم ختم کر کے تر یا بلغمی کھانسی دور کرتے ہیں۔ مرچ اور ادرک میں جسم میں حرارت پیدا کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، اس لئے جسم میں سردی کا احساس ان کے استعمال سے دور ہو جاتا ہے۔

دار چینی، سرخ مرچ، لونگ اور سونٹھ چائے کے نصف چمچ کے برابر سفوف کے ساتھ لیموں یا سرکہ شامل کر کے گرم پانی میں انہیں دم دینے اور شہد ملا کر پینے سے بند ناک، جکڑا ہوا گلا، سینہ اور سر میں سردی کی وجہ سے ہونے والا درد بڑی تیزی سے ٹھیک ہو جاتا ہے۔

ادرک، تلسی اور شہد کی چائے

تازہ ادرک، کچل کر اس کا ایک چائے کا چمچ رس ایک پیالی گرم پانی میں شہد سے میٹھا کر کے پینے سے بلغمی کھانسی، سینے کی جکڑن اور گلے کو بہت آرام ملتا ہے۔ بلغم خارج ہوتا اور پسینہ آ کر بخار دور ہو جاتا ہے۔ اس میں تلسی کے تازہ پتوں کا رس ایک چائے کا چمچ ملانے سے یہ اور بھی مفید ہو جاتا ہے۔ تلسی کے خشک پتے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہمدرد دواخانے کی دوا، تلسین، نزلے، زکام اور کھانسی کے لئے کثرت سے استعمال ہوتی ہے۔

پانی ملے پھلوں کے رس

ترش پھل حیاتین ج (سی) سے بھرے ہوتے ہیں اور یہ حیاتین جسم کی قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔ نزلے زکام اور فلو میں ترش پھلوں کے استعمال کا مشورہ دیا جاتا ہے لیکن ان کی ترشی سے گلے کو نقصان پہنچ سکتا ہے اس لئے انہیں استعمال کرنے کا ایک محفوظ اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ ترش پھلوں کا رس گرم پانی میں ملا کر پیا جائے۔ نصف گلاس رس اور نصف گلاس گرم پانی ملا کر پینے سے آرام بھی ملتا ہے اور جسم میں پانی کی کمی بھی دور ہو جاتی ہے۔ گرم پانی خوشبودار اور خوش ذائقہ بھی ہو جاتا ہے۔

فاسٹ فوڈ سے دمہ

بچپن کے دمے کی ایک وجہ وہ غذا بھی ہے جو آج کل مغربی ممالک میں رواج پا گئی ہے۔ سعودی عرب کے معالجوں نے ایک برطانوی معالج کی قیادت میں جدہ شہر میں رہنے والے کچھ بچوں کا موازنہ ایسے بچوں سے کیا جو دیہات میں رہتے تھے۔ اس موازنے سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ شہروں میں رہنے والے جو بچے مغربی طرز کا فاسٹ فوڈ یعنی برگر اور پیزا وغیرہ زیادہ کھاتے ہیں ان میں دمے اور الرجی کی بیماری زیادہ ہوتی ہے۔

اس تحقیقی مطالعے کے مطابق الرجی اور دمے میں جنس، سماجی عوامل اور افراد خاندان کی تعداد کا یا پھر خاندان میں انفیکشن کی کمی بیشی کا تو دخل نہیں ہوتا لیکن دودھ نہ پینے اور سبزی، ریشے دار غذا، حیاتین ھ (وٹامن ای) اور معدنیات نہ کھانے سے ان بیماریوں کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اندازہ یہ ہوا کہ جن بچوں کی غذا میں حیاتین ھ کی کمی تھی ان کے لئے دمے کا خطرہ دوسروں کی بہ نسبت تین گنا تھا۔ جو بچے تھوڑا دودھ پی رہے تھے۔ یا سبزیاں بہت کم کھاتے تھے ان کے لئے بھی دمے کا خطرہ زیادہ پایا گیا۔

تحقیقی مطالعے سے تعلق رکھنے والے ماہرین کا خیال ہے کہ گزشتہ پچیس سال میں بہتر اقتصادی حالات کے باعث مشرقی ممالک کے شہروں میں برگر وغیرہ قسم کے کھانوں کا رواج بہت بڑھ گیا ہے۔ ان ماہرین کا کہنا ہے کہ ان ممالک کی روایتی غذا کا مغربی ممالک کے فاسٹ فوڈ سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ شہروں میں تو اس مغربی طرز کی غذا کا زور ہے اور جگہ جگہ برگر اور پیزا وغیرہ کے ریستوران کھلے ہوئے ہیں، لیکن دیہی علاقوں میں اب بھی وہی غذا عام طور سے کھائی جاتی ہے جس کا وہاں عرصۂ دراز سے رواج ہے۔ اس غذا میں گائے اور بکری کا دودھ، چاول، سبزیاں، بھیڑ اور اونٹ کا گوشت، مرغ، کھجور اور مقامی پھل شامل ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیہات میں رہنے والے افراد درآمد شدہ پکے پکائے، ڈبا بند کھانوں کے بجائے خود تیار کئے ہوئے تازہ کھانوں کو ترجیح دیتے ہیں۔ ●●

نعت

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

محمد گر ملیں ہم کو تو آنکھوں کو بچھائیں ہم
کفِ پائے مبارک کو پھر آنکھوں سے لگائیں ہم
خدا کا نام لے لے کر لیں ان کے نام نامی کو
ثنا ان کی کریں ہر دم انہیں کے گیت گائیں ہم
کریں قربان جان ومال ان کے ہر اشارہ پر
ادائیں لاکھ ان کی، ہر ادا پر صدقے جائیں ہم
اگر اللہ پہنچادے، ہمیں دربار عالی پر
سلام ان کو کریں آنسو بہائیں دل دکھائیں ہم
سنائیں داستانِ درد وغم، پھر دل سکوں پائے
خدا وہ دن دکھائے، روضۂ اقدس پہ جائیں ہم